اس شمارے کی خصوصیت :
جہاد قسطنطنیہ اور وفات ابو ایوبؓ
پر ایک معلومات افزا مضمون

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶-کے ماڈل ٹاؤن ۰ لاہور

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۶ / ۲۳۹۳۱

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد ۳۵

شمارہ ۱۰

اکتوبر ۱۹۸۶ء

مطابق

صفر المظفر ۱۴۰۷ھ

زر سالانہ ۴۰ روپے

فی شمارہ -/۴ روپے

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی

حافظ عاکف سعید

چودھری رشید احمد

مکتبہ تنظیم اسلامی ۳۶ - کے ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴ فون ۸۵۲۶۸۳

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل ۔ نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی: فون ۲۱۶۵۸۲

مشمولات

و علاقائی تربیتی اجتماع ——— ۳

ادارہ

و عرضِ احوال ——— ۴

ادارہ

و وضاحتی بیان مع حوالہ جات ——— ۱۱

ڈاکٹر اسرار احمد

و فتح قبرص، قسطنطیہ کا جہادِ اوّل — اور میزبانِ رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ——— ۱۵

ادارہ

و اسلامی انقلاب، مراحل، مدارج، لوازم فراستِ نبویؐ کا شاہکار ——— ۳۳

ڈاکٹر اسرار احمد

و بنگلہ دیش کی جدوجہد آزادی کے ایک "ہیرو" سے گفتگو ——— ۶۱

و الہدیٰ (نشست ۳۸) ——— ۶۵

"تعمیر سیرت کی اساسات" سورۃ معارج اور سورۃ مومنون کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد

و انقلابی جماعت کی تربیت سفرِ تبوک کی روشنی میں ——— ۷۳

محمد یعقوب

و امیرِ تنظیم کا دورۂ شمالی امریکہ ——— ۷۷

و اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ——— ۹۵

ادارہ

تنظیم اسلامی سندھ و بلوچستان کا

علاقائی تربیتی اجتماع

ان شاء اللہ العزیز — حسب پروگرام

۲۷ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کراچی میں منعقد ہو گا

پروگرام

(۱) عمومی خطابات ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی

★ ۲۷ اکتوبر، سوموار: پونے سات بجے شام، "شام الھدیٰ" تاج محل ہوٹل
موضوع: "قوموں پر عمومی عذاب اور اس سے نجات کی راہ: سورۃ انفال کی آیات ۲۰ تا ۲۹ کی روشنی میں"

★ ۲۸ اکتوبر، بعد نماز عشاء جامع مسجد، بلاک نمبر ۵ ناظم آباد
موضوع: "تنظیم اسلامی کا مقصد اور لائحہ عمل"

★ ۲۹ اکتوبر، بعد نماز عشاء اُسی مقام پر سوالات کے جواب!

(۲) تربیتی پروگرام جامع مسجد بلاک نمبر ۵ ناظم آباد

★ ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر روزانہ صبح ½۸ تا ۱ اور شام پونے پانچ تا آٹھ:
اِس پروگرام میں ۳۰ اکتوبر کو صبح کی نشست میں امیر تنظیم بھی شرکت فرمائیں گے

(۳) جمعہ ۳۱ اکتوبر کو صبح ۹ تا ۱۲ جامع الصفا، شریف آباد میں

منعقد ہونے والا تنظیم اسلامی کراچی کا ہفتہ وار اجتماع عمومی بھی اس پروگرام کا حصہ متصور ہوگا

المعلن: **سراج الحق سید، امیر تنظیم اسلامی، کراچی**

(رابطہ کے لیے پتے اور فون نمبر اور شرکاء کے لیے ہدایات صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

ادارہ

عرضِ احوال

نئے اسلامی سال ۱۴۰۷ھ کے ماہِ اوّل میں وطنِ عزیز کے کچھ حصّوں میں جو اندوہناک واقعات رونما ہوئے، اُن کا تذکرہ بھی طبعِ سلیم پر گراں گذرتا ہے۔ لیکن دوسرے مقامات سے قطع نظر ملک کے سب سے بڑے صوبے کے دارالحکومت لاہور میں جو کچھ ہُوا اس کے بعض پہلوؤں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل نہ کرنا بھی تاریخ کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اہم واقعات تو اخبارات کی زینت بن کر ریکارڈ کا حصّہ بن گئے ہیں۔ لیکن ان کا تھوڑا بہت پس منظر اگر ضبطِ تحریر میں نہ آیا تو کچھ ہی دنوں بعد واقعات کی کڑیاں ملانا مشکل ہو جائے گا۔

اصلاً یہ سارا قصہ ایک مفصل مقالے کا طالب ہے جو اس کے اسباب و علل پر جزئیات میں بحث کرے لیکن ملک کی موجودہ داخلی صورتِ حال اور بین الاقوامی تعلقات کا "حسّاس" معاملہ ایسے عوامل ہمیں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ تفصیلات کو فی الحال ملتوی کیا جائے۔ چنانچہ ہم اپنے قارئین کی توجہ اس وقت صرف اس طوفان کی طرف مبذول کرا رہے ہیں جو بلاسبب اٹھایا گیا اور پھر حد درجہ چابکدستی سے اس کا رُخ امیرِ تنظیمِ اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ذات کی طرف موڑ دیا گیا ع
"ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں" — فرقہ وارانہ فسادات اور غنڈہ گردی کا باعث ڈاکٹر اسرار احمد! ایں چہ بوالعجبی است!! اس پر مستزاد بعد ازاں کراچی میں اُن کے داخلے پر تین ر روزہ پابندی نے گویا یہ لیبل باقاعدہ چسپاں کر دیا۔

لاہور کے ایک فرقہ داری اردو ہفت روزہ کے بقول ڈاکٹر اسرار احمد کے حامی "ان گنڈوں نے جلوس کی صورت میں ہاتھوں میں ڈنڈے اور سوٹے لے کر نعرہ بازی کی اور گالی گلوچ و بدزبانی کرتے رہے۔" کہ "دہن بگڑا سو بگڑا تھا خبر لیجئے زباں بگڑی" (تصرف کے لیے معذرت) - کراچی کے ایک انگریزی روزنامے کے دانشور اور کالم نویس

نے جن کا تشخص ان کے نام سے ظاہر ہے، نشاندہی کرنی چاہی کہ باغِ جناح کی پُرفضا مسجد دارالسلام میں اس خطبے کو "the doc" نے آگ دکھائی تو الزام میں الفاظ کی شاہ خرچی اور ملزم کے نام کے لیے مختصر نویسی کا شاہکار سامنے آیا۔ لیکن راولپنڈی کے انگریزی روزنامے نے جو ایک مخصوص فرقے کا معروف ترجمان ہے، جب شناخت پریڈ کرائی تو اس کے ذرائع نگاروں کو کوئی شک باقی نہیں رہا کہ فساد کی جڑ ڈاکٹر اسرار احمد کی ذات ہے۔ اس روزنامے نے یہ تہمت تین بار ڈاکٹر صاحب موصوف پر اُن کا پورا نام درج کرکے جڑی

ہمیں یقین ہے کہ یہ مہم جس کا ہدف ڈاکٹر صاحب مدظلہ تھے، اپنی پوری ہمہ گیری اور کمال چابکدستی کے باوصف اور شائع شدہ مواد اور کہی سُنی باتوں اور بے پَر کی اُڑتی افواہوں کے طویل و عریض طومار کے باوجود اِن شاء اللہ العزیز اپنے مذموم مقاصد کے اعتبار سے ہرگز کامیاب نہیں ہوگی اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب کی ذات، اُن کا فکر اور وہ مشن جس کے لیے انہوں نے اوّلاً انجمن خدام القرآن کی تاسیس کی اور بعدازاں تنظیم اسلامی کی بنیاد رکھی، نہ اہلِ لاہور کے لیے اجنبی ہے نہ جملہ اہالیانِ پاکستان کے لیے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشرقِ بعید سے مغربِ بعید تک پورے عالمِ ارضی کے دینی مزاج کے حامل اردو داں لوگوں میں شاذ ہی کوئی ہوگا جو اِن سے ناواقف ہو! حقیقت یہ ہے کہ انہیں فرقہ واریت میں ملوث کرنے کی اس مہم کے پس پردہ ایک گہری سازش کارفرما ہے۔ جس کے کرداروں کے بارے میں بقول "ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی" کے مصداق ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، البتہ جیسے کہ ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے ۹ ارستمبر کے خطابِ جمعہ میں فرمایا تھا، یہ اصلاً حکومت کی ذمہ داری ہے!

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب شہادتِ حضرت حسین رضؓ اور کربلا کے حادثۂ فاجعہ کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر فلسفۂ دین اور تاریخ کے حوالے سے کتنی ہی بار اجتماعاتِ عام میں بیان کر چکے ہیں۔ اس موضوع پر اُن کی تقاریر کے کیسٹ گذشتہ کئی سالوں میں پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں پھیلے ہیں اور اسی مضمون پر مشتمل اُن کے دو کتابچے "شہیدِ مظلوم رضؓ" اور "سانحۂ کربلا" کے نام سے ۱۹۷۶ء سے اب تک لگ بھگ ایک لاکھ کی تعداد میں طبع ہو چکے ہیں۔ اپنے معمول کے مطابق اس بار بھی سالِ نو کے آغاز

پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطبہ میں سانحۂ کربلا کے پس منظر پر گفتگو کا آغاز کیا۔ اور ۶ محرم الحرام کے جمعہ کو بات ابھی ابتدائی مرحلے میں تھی کہ اگلے روز یعنی ۱۴ ستمبر ۸۶ء کے روزنامہ جنگ میں اُن کا خطاب جمعہ یوں رپورٹ ہوا :

تاریخ اسلام کے افسوسناک واقعات انقلاب دشمن قوتوں کی سازش کا نتیجہ تھے

حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد انقلاب دشمن قوتوں کو ریشہ دوانیوں کا موقع ہاتھ آگیا تھا: ڈاکٹر اسرار

لاہور (پ ر) امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت سے لے کر کربلا کے حادثہ تک تاریخ اسلام کے تمام افسوسناک واقعات دراصل انقلاب شکن قوتوں کی سازش کا نتیجہ تھے انہوں نے کہا کہ ہمارے اسلاف میں تو اس درجہ اتحاد تھا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے قسطنطنیہ کے اس جہاد میں شرکت کی جس کے سپہ سالار یزید تھے لیکن آج امت انہیں کے نام پر ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہوئی جاتی ہے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب کی تکمیل کے بعد عرب کی حدود سے باہر انقلاب کی توسیع کے اقدامات کا آغاز کر دیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے انقلاب دشمن قوتوں کو اپنی ریشہ دوانیوں کے لئے ایک موقعہ ہاتھ آگیا انہوں نے کہا کہ جب بھی کوئی انقلاب کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کے غلبے سے متاثر ہونے والے عناصر ابتداء میں تو دب جاتے اور مفاہمت اور تعاون کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن جونہی انہیں موقع ملتا ہے وہ پورے جوش و جذبے کے ساتھ انقلاب دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اسلامی انقلاب کی توسیع و تکمیل سے جن عناصر کے سیاسی اور مذہبی اقتدار اور مفادات کو زک پہنچی تھی ان میں سرفہرست عرب میں بسنے والے یہودی تھے یمن کے ایک یہودی عبداللہ ابن سبا نے جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اپنی ریشہ دوانیوں کا آغاز کیا اس نے بنو ہاشم اور بنو امیہ کی پرانی رقابتوں سے فائدہ اٹھا کر امت کو ایک بہت بڑے فتنے میں مبتلا کر دیا اس فتنے کی ہمہ گیری اور وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے دور خلافت سے لے کر حضرت حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی صلح تک کے ۵ سال کے مختصر عرصے میں مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں میں ایک لاکھ مسلمان مارے گئے اور اسلامی انقلاب کی توسیع کا عمل بھی رکا رہا لیکن جونہی مسلمانوں نے اپنے باہمی اختلافات پر قابو پالیا تو پھر حضرت امیر معاویہؓ کے بیس سالہ دور خلافت میں اسی رفتار سے فتوحات اور توسیع انقلاب کا عمل جاری ہو گیا جس طرح پہلے تین خلفائے راشدینؓ کے عہد میں جاری تھا ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ کوفہ دراصل عبداللہ ابن سبا کے پیرو کاروں کا مرکز تھا انہوں نے پہلے حضرت علیؓ کی طرف سے صلح کی تمام کوششوں کو ناکام بنایا اور بالآخر وہی لوگ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا سبب بنے جامع دارالسلام باغ جناح میں نماز جمعہ کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ تمام حقائق تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن ہم نے ان کے بجائے افسانوی داستانوں کو اختیار کر لیا ہے۔

اس سے اگلے روز روزنامہ جنگ نے ہی مندرجہ بالا خبر پر شیعہ حضرات کے شدید ردِ عمل اور غیظ و غضب کی تفصیل اپنی طرف سے معذرت کے ساتھ شائع کی اور ۱۵ ستمبر کو ملک بھر کے اخبارات ڈاکٹر صاحب کے خلاف شیعہ حضرات کے شدید احتجاجی مظاہروں کی خبروں اور تصویروں سے بھرے پڑے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے خلاف ان مظاہروں میں اُن کا پتلا جلانے کے علاوہ جو زبان استعمال کی گئی، گالیوں کی جو بوچھاڑ ہوئی اور نعروں میں جو جارحانہ انداز اختیار کیا گیا، اس کی تفصیل اخبارات میں تو نہ آنی چاہئے تھی نہ آئی لیکن ہزاروں آنکھیں اور کان اس کے گواہ ہیں ـــ تنظیم اسلامی کے صدر دفتر واقع گڑھی شاہو، علامہ اقبال

روڈ پر اوّلاً ۹ محرم کو حملہ کیا گیا اور توڑ پھوڑ کی گئی۔ ثانیاً ۱۰ محرم الحرام کو پھر ایک بڑا حملہ آور ہوا لیکن اُس روز الحمد للہ کہ پولیس نے مؤثر طور پر روک تھام کر لی۔ الحمد للہ کہ اس سب کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، گالیوں کو اپنے لیے توشۂ آخرت سمجھا اور ایک نہایت دھیما وضاحتی بیان اخبارات کو جاری کیا، جو اس شمارے کے صفحہ ۱۱ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ہمیں یہ لکھتے ہوئے بہت دکھ ہوتا ہے کہ اس بیان کو جس کا مقصد جذبات کی گرمی کو ٹھنڈا کرنا تھا، اخبارات نے بالعموم قابلِ اعتناء نہ سمجھا۔ روزنامہ 'جنگ' اور 'نوائے وقت' نے تو اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ 'امروز' لاہور نے بہت اختصار کے ساتھ شائع کیا اور روزنامہ 'مشرق' نے اگرچہ پورا متن من و عن شائع کیا لیکن اتنے غیر نمایاں طور پر کہ عام قاری کی نظر اُسے بمشکل ہی تلاش کر سکتی تھی۔ بہرصورت ہم اس کے لیے بھی روزنامہ 'مشرق' کے ممنونِ احسان ہیں۔

لاہور کے اخبارات کا طرزِ عمل ایک اور خبر کے ضمن میں بھی تعجب انگیز ہے۔ ایک ہفت روزہ 'جسارت' نے اپنی اشاعت بابت ۲۴ ستمبر میں سیّد افتخار حسین نقوی صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پنجاب کی ۲۳ ستمبر کی پریس کانفرنس کے ضمن میں ان کا یہ اعتراف بھی شائع کیا ہے کہ:

"ڈاکٹر اسرار کے خلاف مظاہرہ، ان کے خلاف نعرے بازی اور اُن کا پتلا جلانا ایک غیر محتاط اقدام تھا۔ ۔ ۔"

(بلکہ ان ہی الفاظ کو سُرخی میں جلی طور پر درج کیا ہے) — لیکن لاہور کے کسی اخبار نے یہ الفاظ شائع نہیں کیے۔ حالانکہ اگرچہ محترم نقوی صاحب نے نہایت 'محتاط' الفاظ استعمال کیے تاہم فرقہ وارانہ کشیدگی کی جو فضا اُن دنوں لاہور پر طاری تھی اُس کے پیشِ نظر اہلِ تشیع کے ایک ذمہ دار فرد کی جانب سے یہ اعتراف بھی صورتِ حال میں کچھ نہ کچھ بہتری پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا تھا۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے!

نُطق کی 'سر بگریبانی' اور قلم کی 'انگشت بدندانی' میں مزید اضافہ ہوا اس اطلاع سے (دروغ برگردن راوی) کہ ریڈیو تہران نے 'خبر' نشر کی کہ جس جلوس نے لاہور میں 'امام بارگاہوں' کو جلایا اور توڑ پھوڑ کی اُس کی قیادت ڈاکٹر اسرار نے کی! — اِنّا للّٰہِ واِنّا الیہِ راجعون! ——— 'باخبریٔ' عالمِ بالا معلوم شد!!

واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جب سے اپنی قرآنی دعوت اور انقلابی تحریک کا آغاز کیا ہے، صرف ایک مظاہرے میں شرکت کی ہے جو ۶ جولائی ۸۶ء کو 'نفاذِ شریعت محاذ' کے زیرِاہتمام اسلام آباد میں ہُوا تھا۔ اِن کی یہ شرکت بھی خالص اتفاقی تھی اگرچہ ڈاکٹر صاحب اسے اپنے حق میں 'نعمتِ غیر مترقبہ' سمجھتے ہیں — اس کے علاوہ گذشتہ بیس سال کے دوران انہوں نے نہ کسی جلوس میں شرکت کی نہ مظاہرے میں! — بلکہ حد یہ ہے کہ ان کے خلاف جو طوفانِ بدتمیزی لاہور میں اُٹھایا گیا اس پر احتجاج کے لیے اہلِ سنّت کا جو اجتماع ۱۹ ستمبر کو بعد نمازِ جمعہ مسجدِ شہداء کے اندر اور جو مظاہرہ اس کے باہر ہُوا، ڈاکٹر صاحب نے اس میں بھی منتظمین کی شدید خواہش اور اصرار کے باوجود شرکت نہیں کی! ——— گویا حقیقت و واقعہ اور بیان و خبر کے مابین بُعد و فصل "از کجا ست تا بہ کجا"!! کا مصداق ہے — اب یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ؎ "کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں!"

پیشِ نظر شمارے میں ادارہ 'میثاق' امیرِ تنظیمِ اسلامی کے وضاحتی بیان کے ساتھ نہ صرف اس بیان میں شامل حوالہ جات کا متن شائع کر رہا ہے یعنی علّامہ حافظ ابنِ کثیرؒ کی مشہور عالم کتاب "البدایہ والنّہایہ" کی بعض عبارات کا عکس مع ترجمہ اور بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فتحِ قبرص اور قسطنطنیہ کے جہادِ اوّل کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی اور ان دونوں مہموں میں حصہ لینے والے لوگوں کے لیے بشارتیں بھی دی تھیں ——— بلکہ ان دونوں مہمات کی تفصیل اور ان میں سے مؤخرالذکر کے ضمن میں میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات اور قسطنطنیہ کی فصیل تلے تدفین کے ایمان افروز واقعات بھی تفصیلی حوالوں کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں — تاکہ تاریخِ اسلام کے صدرِ اوّل کا ایک روشن باب بھی پوری طرح نگاہوں کے سامنے آجائے

اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ جو کچھ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے فرمایا تھا وہ "تاریخ کو مسخ کرنا نہیں بلکہ اس کے ریکارڈ کو درست (STRAIGHT) کرنا ہے ــــــ ان شاء اللہ العزیز تاریخِ اسلام کے اہم واقعات سے متعلق صحیح اور مدلّل و مستند مواد آئندہ بھی شائع کیا جاتا رہے گا۔

خوش قسمتی سے ان ہی دنوں "البدایہ والنہایہ" کا جو حصہ کربلا کے حادثۂ فاجعہ سے متعلق ہے (یعنی اس کے جزو نمبر ۸ کے صفحات ۱۴۶ تا ۲۱۱) اس کا اردو ترجمہ "شہیدِ کربلا" کے عنوان سے شائع ہو گیا ہے۔ یہ ترجمہ جناب ہدایت اللہ ندوی نے کیا ہے جن کے بعض دوسرے تراجم کی تصویب و تحسین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمائی ہے۔ اور اسے شائع حافظ شبیر حسن بھوجیانی نے مین بازار میاں چنوں (ضلع ملتان) سے کیا ہے۔ یہ کتاب ہمارے یہاں تبصرہ کے لیے آئی تھی لیکن حافظ ابن کثیرؒ کی تحریر کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ــــ رہا کتاب کا تعارف تو وہ ان سطور کے ذریعے ہو گیا ہے ــ جو حضرات چاہیں، ناشر سے طلب فرمالیں۔

'میثاق' میں قارئین کی دلچسپی کے لیے امیر تنظیم اسلامی کے بعض دوسرے اخبارات و جرائد میں شائع ہونے والے انٹرویو بھی شائع کر دیے جاتے ہیں اور بالعموم اس مقصد کے لیے متعلقہ صفحات کا عکس استعمال کیا جاتا ہے تاکہ "نقل مطابق اصل" کا تقاضا بتمام و کمال پورا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس میں رپورٹنگ اور بالخصوص جلی سرخیوں کی ذمہ داری 'میثاق' پر نہیں ہوتی۔ تاہم صحافتی اصول کے مطابق اس پر کوئی ادارتی نوٹ ہونا چاہیے جس کے ضمن میں بالعموم کوتاہی ہو جاتی ہے اگرچہ اس کا سبب یہ اعتماد ہوتا ہے کہ قارئینِ 'میثاق' ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیمِ اسلامی کے مؤقف سے کماحقہ واقف ہی ہیں۔ وہ ایسی چیزوں سے کسی مغالطے میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ اسی قسم کی ایک جلی سرخی گذشتہ شمارے میں ہفت روزہ "دید و شنید" میں شائع شدہ انٹرویو کی پیشانی پر ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

"ہم انتخابی سیاست پر یقین نہیں رکھتے ۔ مظاہروں سے اقتدار پر قبضہ کریں گے ......"

اس میں آخری الفاظ مغالطہ آمیز ہیں۔ تنظیمِ اسلامی کے نزدیک اسلامی انقلاب کے ابتدائی لوازم و شرائط کے پورے ہو جانے کے بعد آخری اقدام یعنی حکومت کی تبدیلی کے لیے عوامی تحریک اور مظاہروں وغیرہ کا راستہ ہی واحد لائحہ عمل ہے ـــــ لیکن اُس کا مقصد "اقتدار پر قبضہ" نہیں نظام کی تبدیلی ہے۔

اِس ضمن میں ایک نہایت خوشگوار حیرت (PLEASANT SURPRISE) کے طور پر سامنے آیا ہے روزنامہ 'جنگ' میں شائع شدہ "بنگلہ دیش کی جدوجہدِ آزادی' کے ہیرو" میجر جلیل کا مؤقف جو تنظیمِ اسلامی کے مؤقف کے ساتھ صد فی صد مطابقت رکھتا ہے۔ ادارہ 'میثاق' میجر جلیل کی گفتگو کو بھی 'جنگ' کے شکریہ کے ساتھ اس شمارے میں شائع کر رہا ہے[1] تاکہ ایک جانب "متفق گردید رائے بو علی با رائے من!" کے مصداق تنظیمِ اسلامی کے مؤقف کی تائید سامنے آجائے اور دوسری جانب مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے کربناک اور المناک حادثے کے ضمن میں دونوں اطراف یعنی مشرقی پاکستانی رہنماؤں اور مرکزی حکومت سے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اُن کے آئینے میں ہم سندھ کی موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لے سکیں ـــ اور ایک جانب آج کے حکمران سوچیں کہ وہ ان ہی غلطیوں کا اعادہ تو نہیں کر رہے ہیں جو اُن کے پیشرو دوں سے صادر ہوئی تھیں اور دوسری جانب سندھی رہنما بھی نظرِ ثانی فرمائیں کہ کہیں وہ بھی اُسی ڈگر پر تو نہیں چل رہے جس کے نتیجے میں خدانخواستہ انہیں بھی کبھی ع" ہائے اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا!" کی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے!

میثاق کے سابقہ شمارے میں محترم غازی عزیر صاحب کے مضمون کے ادارتی نوٹ میں ہم نے اس ارادے کا اظہار کیا تھا کہ موصوف کا دوسرا مقالہ بعنوان "غیر مسلمین کے ساتھ موالات کا حکم" اکتوبر کے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس ماہ بعض دیگر مضامین کی فوری اہمیت کے پیشِ نظر مذکرہ بالا مضمون کے لیے میثاق میں جگہ نہیں نکل سکی۔ قارئین یہ نوٹ کر لیں کہ یہ مضمون اب میثاق کی بجائے ان شاء اللہ "حکمتِ قرآن" کے آئندہ شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ ا ۔ ر ۔ ا

---

[1] صـ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں

وضاحتی بیان ڈاکٹر اسرار احمد

(جو ۷ستمبر کو لاہور کے تمام اخبارات کو ارسال کیا گیا لیکن سوائے روزنامہ مشرق، اور جزوی طور پر روزنامہ امروز کے اور کسی اخبار نے شائع نہیں کیا۔)

"میرے گذشتہ جمعہ کے خطاب کی اخباری اطلاع پر شیعہ حضرات نے جس شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ میری تقریر میں سرے سے نہ کربلا کے حادثہ فاجعہ پر کوئی گفتگو ہوئی تھی نہ یزید کی شخصیت ہی زیرِ بحث آئی تھی۔ البتہ انقلاب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بین الاقوامی سطح پر توسیع اور اس کے خلاف اغیار بالخصوص یہود کے سازشی کردار کے حوالے سے یہ ذکر آیا تھا کہ اسلام دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث مسلمانوں کی جس باہمی خانہ جنگی کا سلسلہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوا اور پانچ سال تک جاری رہا، اس میں لگ بھگ ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوئے اور الحمدللہ یہ خانہ جنگی نواسۂ رسولؐ حضرت حسنؓ کے کمالِ حلم و ایثار کی بدولت ختم ہوئی۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ کے بیس سالہ عہدِ حکومت میں مکمل امن و امان بھی رہا اور صلح و آشتی اور اتحاد و اتفاق کی فضا بھی برقرار رہی۔ اس اتحاد کی ایک مثال کے طور پر اس جہادِ قسطنطنیہ کا ذکر بھی آیا جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرتِ معاویہؓ کے عہدِ حکومت کے تقریباً وسط میں ان کے بیٹے یزید کی کمان میں مجاہدین کا جو لشکر مدینۂ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر اوّلین حملے کیلئے گیا تھا اس میں میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ اور بہت سے کبار صحابہ کرام جیسے حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ اس تاریخی واقعہ کا ذکر بہت سے محدثین اور مورخین کے علاوہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تالیف "البدایہ والنہایہ" کے جزو ہشتم کے صفحات ۱۵۰-۱۵۱ اور ۲۲۹ پر صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ اس حوالے کا مقصد صرف اس حقیقتِ واقعی کا اظہار تھا کہ حضرتِ معاویہؓ کے دور میں تمام مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کے مطابق ایک کنگھی کے دندانوں یا بنیانِ مرصوص کی طرح متحد اور منظم تھے۔ چنانچہ اسی کی برکت سے اس دور میں انقلاب محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توسیع کا عمل بھی دوبارہ جاری ہو گیا۔ یہاں یہ واضح رہنا چاہیئے کہ کربلا کا سانحہ جہادِ قسطنطنیہ کے کم و بیش دس گیارہ سال بعد پیش آیا۔ نیز یہ کہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موقع پر کسی کی سپہ سالاری سے اس کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایّام میں روم کے خلاف جو لشکر تیار کیا تھا اس کی کمان حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے سپرد کی تھی اور اس کے ہرگز یہ معنی نہیں تھے کہ اس بناء پر حضرت اسامہؓ ان بزرگ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہو گئے تھے جو اس لشکر میں شامل تھے۔"

(نوٹ: ڈاکٹر اسرار احمد کے اس خطاب جمعہ کا کیسٹ تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر ۶۷/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور اور مرکزی مکتبہ انجمن خدام القرآن، ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور سے عاریتاً یا قیمتاً حاصل کیا جا سکتا ہے۔)

حضرت معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں قسطنطیہ پر مسلمانوں کا اوّلین حملہ اور اسمیں حضرت حسینؓ کی شرکت

اقتباسات از "البدایہ والنہایہ" تالیف مفسرِ جلیل و مورخِ کبیر حافظ ابن کثیرؒ

وسنذكر ما كان رسول الله (ص) يكرمهما به، وما كان يظهر من محبتهما والحنو عليهما. والمقصود أن الحسين عاصر رسول الله (ص) وصحبه إلى أن توفى وهو عنه راض، ولكنه كان صغيراً. ثم كان الصديق يكرمه ويعظمه، وكذلك عمر وعثمان، وصحب أباه وروى عنه، وكان معه فى مغازيه كلها، فى الجمل وصفين، وكان معظما موقراً، ولم يزل فى طاعة أبيه حتى قتل، فلما آلت الخلافة إلى أخيه وأراد أن يصالح شق ذلك عليه ولم يسدد رأى أخيه فى ذلك، بل حثه على قتال أهل الشام، فقال له أخوه: والله لقد هممت أن أسجنك فى بيت وأطبق عليك بابه حتى أفرغ من هذا الشأن ثم أخرجك. فلما رأى الحسين ذلك سكت وسلم، فلما استقرت الخلافة لمعاوية كان الحسين يتردد إليه مع أخيه الحسن فيكرمهما معاوية إكراماً زائداً، ويقول لهما: مرحبا وأهلا، ويعطيهما عطاء جزيلا، وقد أطلق لهما فى يوم واحد مائتى ألف، وقال: خذاها وأنا ابن هند، والله لا يعطيكاها أحد قبلى ولا بعدى، فقال الحسين: والله لن تعطى أنت ولا أحد قبلك ولا بعدك رجلا أفضل منا. ولما توفى الحسن كان الحسين يفد إلى معاوية فى كل عام فيعطيه ويكرمه، وقد كان فى الجيش الذين غزوا القسطنطينية مع ابن معاوية يزيد، فى سنة إحدى وخمسين

(جزء ۸ صفحات ۱۵۰، ۱۵۱)

وقد كان يزيد أول من غزى مدينة قسطنطينية فى سنة تسع وأربعين فى قول يعقوب بن سفيان. وقال خليفة بن خياط: سنة خمسين. ثم حج بالناس فى تلك السنة بعد مرجعه من هذه الغزوة من أرض الروم. وقد ثبت فى الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «أول جيش يغزو مدينة قيصر مغفور لهم». وهو الجيش الثانى الذى رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منامه عند أم حرام فقالت: ادع الله أن يجعلنى منهم، فقال: «أنت من الأولين». يعنى جيش معاوية حين غزا قبرص، ففتحها فى سنة سبع وعشرين أيام عثمان بن عفان، وكانت معهم أم حرام فماتت هنالك بقبرص، ثم كان أمير الجيش الثانى ابنه يزيد بن معاوية، ولم تدرك أم حرام جيش يزيد هذا. وهذا من أعظم دلائل النبوة.

(جز ۸ صفحہ ۲۲۹)

۱۔ اور عنقریب ہم اس بات کا ذکر بھی کریں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن دونوں (یعنی حضرات حسنین) کا کتنا اکرام فرمایا کرتے تھے اور اُن سے کس درجہ محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ اور مقصود یہ ہے کہ حضرت حسین رضؓ نے نبی علیہ السلام کا زمانہ اور صحبت پائی۔ یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوگیا اور آپؐ ان سے راضی تھے۔ البتہ اُس وقت وہ رضؓ کم سن ضرور تھے۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضؓ ان کا اکرام اور تعظیم فرماتے تھے اور اسی طرح حضرت عمر رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ بھی۔ اور حضرت حسین رضؓ نے اپنے والد کی صحبت پائی اور اُن رضؓ سے (حدیث کی) روایت بھی کی۔ اور وہ اپنے والد کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، یعنی جنگ جمل اور جنگ صفین میں۔ وہ بڑے عظیم القدر اور ذی وقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد کی اطاعت کرتے رہے تا آنکہ وہ (یعنی حضرت علی رضؓ) شہید ہوگئے۔ جب خلافت کی ذمہ داری اُن کے بھائی حسن رضؓ کے کاندھوں پر آئی اور انہوں نے (یعنی حضرت حسن رضؓ نے) صلح کرنے کا ارادہ کیا۔ تو یہ بات اُن رضؓ کو ناگوار گزری۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے حضرت حسن رضؓ کی رائے کی تصویب نہیں کی۔ بلکہ اُنہیں اہلِ شام کے ساتھ جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اس پر حضرت حسن رضؓ نے کہا "خدا کی قسم میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں کسی کمرے میں قید کر کے دروازے بند کر دوں تا آنکہ میں اس کام (یعنی صلح) سے فارغ ہو جاؤں تو پھر تمہیں رہا کروں"۔ جب حسین رضؓ نے یہ دیکھا تو خاموشی اختیار کی اور بڑے بھائی کی بات مان لی۔ چنانچہ جب خلافت کا معاملہ حضرت امیر معاویہ رضؓ کے لئے طے پا گیا تو حضرت حسین رضؓ اپنے بھائی حضرت حسن رضؓ کے ہمراہ اُن رضؓ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور امیر معاویہ رضؓ اُن دونوں کا بہت اکرام فرماتے اور اُنہیں خوش آمدید کہا کرتے تھے۔ اور اُن کو بہت بڑے بڑے عطیے اور ہدیے دیا کرتے تھے۔ اور ایک موقع پر تو امیر معاویہ رضؓ نے ایک ہی دن میں دو لاکھ روپے اُن کی نذر کئے اور کہا یہ ہندہ کے بیٹے کی طرف سے قبول فرمائیے، خدا کی قسم اتنا بڑا ہدیہ نہ مجھ سے پہلے کسی نے آپ کو دیا ہوگا اور نہ بعد میں کوئی دے گا۔ اس پر حضرت حسین رضؓ نے فرمایا خدا کی قسم نہ آپ اور نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کوئی شخص کسی ایسے شخص کو کچھ دے سکے گا جو ہم سے افضل ہو۔ پھر جب حضرت حسن رضؓ کا انتقال ہوا تو حضرت حسین رضؓ ہر سال امیر معاویہ رضؓ کے پاس تشریف لاتے، حضرت معاویہ رضؓ تحائف دیتے اور اکرام فرماتے۔ اور ۵۱ھ میں حضرت حسین رضؓ اُس لشکر میں یزید بن معاویہ رضؓ کے ساتھ تھے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا . . . .

۲۔ یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں اور خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق ۵۰ھ میں یزید نے قسطنطنیہ پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ پھر اسی سال سرزمین روم کی اس لڑائی سے واپسی پر امارتِ حج کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ **مغفور لھم** ہے۔ یعنی اُن کی بخشش کی گئی۔ اور یہ وہ دوسرا لشکر ہے جس کو نبی علیہ السلام نے اُمِ حرام رضؓ کے ہاں خواب میں دیکھا تھا۔ جس پر اُمِ حرام رضؓ نے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی اُنہی میں سے کر دے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا تم پہلوں میں سے ہوگی یعنی حضرت معاویہ رضؓ کے اُس لشکر کے ساتھ جس نے قبرص پر حملہ کیا اور حضرت عثمان رضؓ کے دورِ خلافت میں ۲۷ھ میں اُسے فتح کیا۔ چنانچہ واقعتاً اُمِ حرام رضؓ اس لشکر کے ساتھ تھیں اور وہیں قبرص میں انکی وفات ہوگئی۔ اسکے بعد دوسرے لشکر کا سپہ سالار امیر معاویہ رضؓ کا لڑکا یزید تھا اور ام حرام رضؓ نے یزید کے اس لشکر کو نہیں پایا اور یہ صداقتِ نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

حدیث بخاری

سیدہ حضرت اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔ قالت ام حرام قلتُ یا رسول اللہ انا فیہم (وفی روایۃ انس ۳۹۲/۱۲ ادع اللہ ان یجعلنی منہم فدعا لہا) قال انتِ فیہم قالتُ ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لہم فقلتُ انا فیہم یا رسول اللہ ؟ قال لا

(بخاری جلد اول ص ۴۱۰)

• میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا سب سے پہلا وہ لشکر جو بحری جہاد شروع کرے گا، ان کے لئے جنت واجب ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! میں ان میں سے ہوں گی ؟

بخاری ۳۹۲/۱۲ کی حدیث بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کردیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا تم ان میں ہو گی۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے دار الحکومت "قسطنطنیہ" پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے ——— میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میں ان میں سے ہوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں (بلکہ تم پہلے میں سے ہو گی)

صداقتِ نبوّت کا ایک اہم ثبوت

تاریخِ اسلام کا ایک روشن ورق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

کے عین مطابق

فتحِ قبرص

قسطنطنیہ کا جہادِ اوّلین

اور اس کے ضمن میں

میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات

اور قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس تدفین

کے ایمان افروز واقعات !

نوٹ :۔ اس مضمون کے ضمن میں ادارہ 'میثاق' نے متعدد اصحابِ علم کی تحریروں سے آزادانہ استفادہ کیا ہے۔ جن کا شکریہ ادارہ کے ذمّہ ہے لیکن چونکہ عبارت میں کافی لفظی ردّوبدل ہوا ہے لہٰذا بحالت موجودہ اس مضمون کی ذمّہ داری ادارہ 'میثاق' پر ہے اور اسی بناپر اُن حضرات کے نام بھی درج نہیں کیے جا رہے ہیں۔

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشنگوئی

سیّدہ حضرت اُمّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سمعت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول اوّل جیش من اُمّتی یغزون البحر قد اوجبوا۔ قالت امّ حرام قلتُ یا رسول اللہ انا فیھم (وفی روایۃ انس ص۳۹۲، ج ۱ ادع اللہ ان یجعلنی منھم فدعالھا) قال انت فیھم قالت ثم قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ؟ قال لا۔ (بخاری جلد اوّل ص۴۱۰)

"میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میری امّت کا سب سے پہلا وہ لشکر جو بحری جہاد شروع کرے گا، ان کے لئے جنّت واجب ہے۔ حضرت ام حرام رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ان میں سے ہوں گی؟

بخاری ص۳۹۲ ج ۱ کی حدیث بروایت حضرت انس رضؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دیں۔ آپؐ نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا تم ان میں سے ہو گی۔ حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پھر ارشاد فرمایا کہ میری امّت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے دارالحکومت "قسطنطنیہ" پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے ـــ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان میں سے ہوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں (بلکہ تم پہلے میں سے ہو گی)

صحیح بخاری کی اس مستند و معتبر حدیث میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امّت کے دو لشکروں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے۔

اوّل: وہ لشکر جو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی بار سمندری جہاد کرے گا

دوم: وہ لشکر جو رومی پائے تخت قسطنطنیہ پر پہلی بار چڑھائی کرے گا۔

صحیح بخاری میں کئی مقامات پر اس بات کی صراحت و وضاحت پائی جاتی ہے کہ ان ہر دو لشکروں کے ایمان افروز مناظر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کو رؤیاء و خواب میں دکھا دیئے گئے تھے، انہیں دیکھ کر ہی آپ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے قد اوجبوا اور مغفور لھم کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے ــــــ اور چونکہ بخاری ص۲۵ ج ۱ و ترمذی ص۲۰۹ ج ۲ میں درج حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں ــــ رؤیا الانبیاء وحیٌ ــــ اس لیئے لازمی طور پر تسلیم کرنا ہوگا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کا یہ خواب اور حالت بیداری میں دی ہوئی یہ بشارت و خوشخبری بھی وحیٔ ربانی ہے،

حضرت معاویہؓ کی خوش نصیبی و بخت بیداری کسقدر قابل رشک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دور امارت اور عہد خلافت میں نبی صادق صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کی پیشین گوئی کو پورا اور آپؐ کے مبارک خوب کو شرمندۂ تعبیر فرمایا، جس کی تفصیل یہ ہے:

مجاہدینِ قبرص

حضرت معاویہؓ نے عہدِ فاروقی میں "اسلامی بحریہ" کی تشکیل کے لئے بہت کوشش کی، لیکن خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے بعض وجوہات کے پیشِ نظر نیا بحری محاذ کھولنے کی اجازت نہ دی ــــ عہدِ عثمانی میں آپ نے پھر اجازت چاہی بالآخر آپ کے مسلسل اصرار پر امیرالمؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورینؓ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ دربارِ خلافت سے اجازت کا ملنا تھا کہ حضرتِ معاویہؓ نے بڑی تندہی، دلسوزی کے ساتھ ایک طرف جنگی جہازوں کی تیاری شروع کرائی اور دوسری جانب مسلمان نوجوں کی بحری تربیت کا معقول بندوبست کیا۔

اس طرح پانچسو سے زائد جنگی جہازوں پر مشتمل یہ پہلا "اسلامی بحریہ عالم وجود میں آیا' جسے اسلام کی تاریخ میں بحری فتوحات کے سنگِ بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔

بلاشبہ یہ حضرت معاویہؓ کا عظیم ترین کارنامہ ہی نہیں بلکہ مسلمان قوم پر ایک عظیم احسان بھی ہے ـــــ لیکن کس قدر حیرت و تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی بحری فتوحات و خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ہی نہیں، بحری کارناموں کے صلہ میں اعزازی تمغے اور نشانات دیتے ہوئے بھی "بانی اسلامی بحریہ" حضرت معاویہؓ کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے اور جس شخصیت کے قائم کردہ نقوش پر آج فخر سے سر اونچا کیا جاتا ہے، اسی کو تاریخ کے اس اہم گوشے سے حرف غلط کی مانند کھرچ پھینکنے کی کوششیں کی جاتی ہیں!

بہرحال بحری بیڑے کی تیاری کے بعد ۲۸ھ بحری میں حضرت معاویہؓ نے اپنی زیر قیادت سمندر پار، قبرص جیسے اہم یونانی علاقے پر اسلامی پرچم لہرایا۔

اس جہاد میں حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ جیسے اکابر صحابہؓ شامل تھے۔ یہی وہ غزوہ ہے جس میں شریک ہونے والے تمام مجاہدین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری کی روایت کے مطابق جنتی ہونے کی خوشخبری و نوید سنائی اور جس میں شمولیت کے لئے سیدہ ام حرامؓ نے آپؐ سے خصوصی دعا کرائی تھی ـــــ سیدہ ام حرامؓ اپنے شوہر سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شریک جہاد تھیں فتح قبرص کے بعد جب لشکر اسلام واپس ہونے لگا تو یہ سواری کا خچر بدکنے سے گر کر شہید ہو گئیں۔

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: (بخاری ج ۲ صہ ۹۳۰)

فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازيا اوّل ما ركب المسلمون البحر مع معاوية فلما انصرفوا من غزوتهم قافلين فنزلوا الشام فقربت اليها دابة لتركبها فصرعتها فماتت

"حضرت ام حرامؓ ـــــ اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ جہاد میں نکلیں وہ سب سے پہلا جہاد تھا جس میں مسلمان حضرت معاویہؓ کے ساتھ سمندر پار گئے تھے۔ جب وہ لوگ جہاد سے فارغ ہو کر شام واپس ہوئے تو سیدہ ام حرامؓ کی سواری کا جانور لایا گیا۔ وہ اس سے گر کر انتقال فرما گئیں۔"

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں : (اسد الغابہ ج۵ ص ۵۷۰)

وکان امیر ھذا الجیش معاویۃ بن ابی سفیان فی خلافہ عثمان
و معہ ابوذر و ابوالدرداء و غیرھما من الصحابۃ

"سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت میں، اس بحری لشکر کے سربراہ حضرت معاویہؓ تھے۔ ان کے ساتھ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابودرداءؓ وغیرہ صحابہ کرام بھی شریک جہاد تھے۔"

مجاہدینِ قسطنطنیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کی وفات کے بعد جناب سیدنا ابوبکر صدیقؓ آپ کے جانشین و خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو مسیلمہ کذاب وغیرہ جھوٹے مدعیانِ نبوت سے نبرد آزما ہونا پڑا ــــ اور چونکہ ان باغیانِ اسلام کی پشت پناہی و حوصلہ افزائی اس وقت کی ایرانی مجوسی حکومت کر رہی تھی (حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط ص ۹۴) اس لیے ان سے فراغت کے بعد ایران کے سرحدی علاقوں پر تادیبی حملہ ناگزیر ہو گیا تھا۔ جس نے آگے چل کر باقاعدہ فتوحات کی صورت اختیار کر لی ــــ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد سیدنا عمر فاروق اعظمؓ خلیفہ ہوئے۔ اگرچہ آپ فرمایا کرتے کہ "کاش ہمارے اور فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ حائل ہوتا، نہ وہ ہم پر حملہ آور ہو سکتے اور نہ ہی ہم ان پر چڑھ سکتے"ــــ تاہم ناگزیر حالات و اسباب کے پیشِ نظر فتوحات کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے عہدِ خلافت میں نہ صرف ایران بلکہ روم و مصر وغیرہ ممالک کے بہت سے علاقے اسلام کے زیرِ نگیں آئے۔ اسلامی فتوحات و تسخیر کا سلسلہ جاری تھا کہ اسلام کے خلاف خطرناک عجمی سازش کے ذریعے سیدنا عمر فاروقِ اعظمؓ کو شہید کر دیا گیا ــ ان کے بعد سیدنا عثمان ذوالنورینؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی فتوحات اور جہادی

سرگرمیاں حسبِ سابق جاری رکھیں اور ان میں کسی قسم کا تعطل پیدا نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ ایران کی مجوسی حکومت آپ ہی کے دورِ خلافت میں خاتمہ کو پہنچی۔ بالآخر عجمی نومسلموں اور جنگی قیدیوں وغیرہ اسلام دشمن عناصر نے عرب معاشرے کے بعض بزرگوں کو آڑ بنا کر سیدنا عثمان غنیؓ کے خلاف شورش کھڑی کی، جس کے نتیجہ میں آپ کی دردناک شہادت واقع ہوئی۔

سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی انتہائی مظلومانہ شہادت سے جس فتنۂ کبریٰ اور باہمی افتراق و انتشار کے پانچ سالہ دور کا آغاز ہوا اس کے دوران ایک جانب خانہ جنگی سے لگ بھگ ایک لاکھ مسلمان لقمۂ اجل بنے اور دوسری جانب اسلامی فتوحات اور 'دارالاسلام' کی توسیعِ مزید کا عمل بالکل رکا رہا۔ تاآنکہ سبطِ رسولؐ سیدنا حسنؓ کے کمالِ حلم و ایثار اور حضرت معاویہؓ کے حق میں دست برداری کے نتیجے میں صلح ہوئی اور اسی سے صلح و آشتی اور اتحاد و اتفاق کے بیس سالہ دور کا آغاز ہوا اور اس کے نتیجے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی از سرِ نو شروع ہو گیا۔

ایران کی فتح حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں مکمل ہو چکی تھی، لیکن روم کے بیشتر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرائے جانے کے باوجود، روم کی عیسائی حکومت کا پایۂ تخت قسطنطنیہ ابھی تک باقی تھا جہاں سے وہ وقتاً فوقتاً مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے، اس لئے حضرت معاویہؓ نے فیصلہ کیا کہ عیسائی دارالحکومت قسطنطنیہ کو فتح کر کے رومیوں کی ریشہ دوانیوں کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کر دیا جائے۔ ــــ نیز حضرت معاویہؓ جیسے عظیم فاتح اور مدبر جرنیل سے یہ بات بھی پوشیدہ نہ تھی کہ یورپ اور مغربی ممالک کی فتوحات کے لئے قسطنطنیہ کو دروازے کی حیثیت حاصل ہے، جسے فتح کئے بغیر سمندر پار ان ملکوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ممکن نہیں ــــ سب سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوئی بشارتِ مغفرت اور آپؐ کے دیکھے ہوئے رؤیا کی تعبیر نے قسطنطنیہ کی چڑھائی پر آمادہ کیا۔ آپ کی دلی تمنا تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حدیثِ بشارت کے پہلے حصے پر بحری جہاد کی صورت

میں پورا اترنے کی توفیق عنایت فرمائی' اسی طرح دوسرے جزو کا مصداق بننے کی سعادت بھی مجھے عطا فرمائے ـــــ یہ تھے وہ اسباب و عوامل جن کی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے ۴۹ھ ہجری میں قسطنطنیہ پر فوج کشی کا قطعی فیصلہ کیا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب نوجوان طبقہ ہی نہیں ـــــ بچے، بوڑھے اور خواتین۔ سب ہی جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار تھے۔ اسلامی سرحدوں پر مصروفِ جہاد مجاہدین کے علاوہ اپنے اپنے علاقوں اور گھروں پر موجود افراد بھی ہر وقت گوش برآواز رہتے کہ کب جہاد کے لئے پکار کانوں میں آئے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ ان حالات میں حضرتِ معاویہؓ کے اس عزم او فیصلہ کی اطلاع نے پوری اسلامی ریاست میں روح پھونک دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم نے جس لشکر میں شریک مجاہدین کو "مغفورٌ لھم" قرار دیا تھا' اس میں شامل ہونے کے لئے لوگ جوق در جوق دمشق آنے لگے ـــــ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسین بن علی، در میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ نے مدینہ منورہ سے تشریف لاکر اس لشکر میں شمولیت اختیار فرمائی۔ جس کی امارت و سپہ سالاری حضرتِ معاویہؓ نے اپنے جواں سال فرزند یزید کے سپرد فرمائی۔ یزید کی عمر اس وقت ۲۶، ۲۷ سال تھی۔

یہ تاریخ کا وہ مشہور و معروف واقعہ ہے جس کے بے شمار شواہد حدیث اور تاریخ کی اہم ترین اور مقبول ترین کتابوں میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک کا حوالہ درج ذیل ہے:-

۱۔ امیر المؤمنین فی الحدیث، امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ ارقام فرماتے ہیں:

قال محمود بن الربیع فحدثتها قومًا فیھم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوتہ التی توفی فیھا و یزید ابن معاویۃ علیھم بارض الروم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت غزوۂ قسطنطنیہ کے موقع پر لوگوں

سے بیان کی، اس جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ شریک تھے۔ نیز اسی میں ان کا وصال ہوا۔ اس لشکر کی کمان یزید کے ہاتھ میں تھی۔

۲۔ مسند احمد میں ہے کہ:

ان یزید بن معاویۃ کان امیراً علی الجیش الذی غزا فیہ ابو ایوب الانصاری (مسند احمد طبع بیروت ص۴۱۶/۵، البدایہ ص۵۹/۵)

"کہ یزید بن معاویہؓ اس لشکر کا امیر تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے شمولیت کر کے جہاد کیا۔"

۳۔ علامہ قسطلانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

کان اوّل من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویۃ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بہا ابو ایوب (قسطلانی ج ۵ ص۱۰۲ طبع دار الفکر)

"قسطنطنیہ پر سب سے پہلے جہاد یزید بن معاویہؓ نے کیا جس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی شریک تھی۔ جس میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ شامل تھے۔"

۴۔ مشہور شارحین بخاری علامہ بدرالدین عینیؒ اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: (عمدۃ القاری ج۱۴ ص۱۹۹، فتح الباری ج۶ ص۷۸)

ان یزید بن معاویۃ غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطینیہ و معہ جماعۃ من سادات الصحابۃ منہم ابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابو ایوب الانصاری وکانت وفاۃ ابی ایوب الانصاری هناک قریبًا من سور القسطنطینیۃ وقبرہ هناک

"یزید رومی علاقوں میں معروف جہاد رہا، یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس کے ساتھ اکابر صحابہؓ کی جماعت بھی موجود تھی، جس میں حضرات عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ اور ابو ایوب انصاریؓ

شامل تھے۔ اسی جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کی وفات ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے پاس ان کی قبر بھی ہے۔"

۵۔ علامہ ابنِ کثیرؒ رقم طراز ہیں کہ: (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ۱۲۷)

فسار معه خلق كثير من كبراء الصحابة حتى حاصر القسطنطينية

"اکابر صحابہ کی بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ روانہ ہوئی حتیٰ کہ اس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔"

آگے چل کر علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ۱۵۱)

كان الحسين يفد الى معاوية فى كل عام فيعطيه ويكرمه وكان فى الجيش الذين غزوا القسطنطينية مع ابن معاويه يزيد

"حضرت حسینؓ ہر سال حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق جایا کرتے اور وہ انہیں گرانقدر وظائف اور عزت و اکرام سے نوازتے تھے اور حضرت حسینؓ اس لشکر میں بھی شریک تھے جس نے یزید بن معاویہؓ کے ساتھ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تھی۔"

۶۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

قال المهلب فى هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اوّل من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اوّل من غزا مدينة قيصر.

(فتح الباری ج ۶ صـ۹۱، حاشیہ بخاری صـ۴۱۰ ج ۱)

"مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کی فضیلت ہے۔ اس لئے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا۔ نیز ان کے صاحبزادے یزید کی فضیلت بھی ہے کیونکہ اسی نے پہلی مرتبہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔"

۷۔ شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:

اوّل جيش غزاها كان اميرهم يزيد والجيش عدد معين لا مطلق وشمول المغفرة لأحاد هذا الجيش اقوىٰ ــــ ويقال ان يزيد انما غزا القسطنطينية لأجل هذا الحديث.

قسطنطنیہ پر پہلی چڑھائی کرنے والے لشکر کا سپہ سالار یزید تھا اور چونکہ لشکر معیّن تعداد کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ اس فوج کا ہر فرد بشارت مغفرت میں شریک ہے ــــ کہا جاتا ہے کہ یزید نے اسی ارشاد نبویؐ کی خاطر قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔" (منہاج السنتہ ج ۲ صـ۲۵۲)

۸۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: (المنتقی صـ۲۸۸ و ۲۹۰)

فاول من غزا القسطنطینیہ جیش بعثہم معاویۃ وعلیہم ابنہ یزید وفیہم من سادات الصحابۃ ابوایوب الانصاری فحاصروھا وقد صح ان اول جیش یغزو القسطنطینیۃ مغفورٌ لہم واول جیش غزاھا، کان امیرھم یزید

"قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ کرنے والے لشکر کو حضرت معاویہؓ نے یزید کی قیادت میں روانہ کیا تھا۔ اس میں اکابر صحابہ میں سے ابوایوب انصاریؓ وغیرہ شریک تھے۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اوّل قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر و قائد یزید تھا۔

۹۔ استیعاب میں ہے:

" وکان ابو ایوب الانصاری مع علی ابن ابی طالب فی حروب کلھا ثم مات بالقسطنطینیہ من بلاد الروم فی زمن معاویۃ کانت غزاتہ تحت رایۃ یزید بن معاویۃ وھو کان امیرھم یومئذٍ (۱۵۷)

" حضرت ابوایوب انصاریؓ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے ساتھ تمام جنگوں میں شرکت کی اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رومی شہروں میں وفات پائی۔ اس جنگ میں لشکر کی کمان یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں تھی"۔

۱۰۔ مشہور و معروف مؤرخ محمد بن جریر طبری کا بیان ہے:
"یزید بن معاویہؓ نے روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و ابن زبیرؓ و ابو ایوب انصاریؓ اس کے ساتھ تھے"۔

(تاریخ طبری اردو ج ۴ صہ ۸۶)

۱۱۔ تاریخ ابن خلدون صہ ۱ ج ۳ (طبع مصر) پر مرقوم ہے کہ:
"یزید بن معاویہؓ بحیثیت امیر الجیش اس لشکر میں شامل تھا۔ جس میں ابو ایوب انصاریؓ تھے۔

۱۲۔ شیخ العرب والعجم مولانا السید حسین احمد مدنی تحریر فرماتے ہیں:
"یزید کو متعدد معارک جہاد میں بھیجنے اور جزائرہ ابیض اور بلاد ہائے ایشیائے کوچک کے فتح کرنے حتیٰ کہ خود استنبول (قسطنطنیہ) پر بڑی بڑی افواج سے حملہ کرنے وغیرہ میں آزمایا جا چکا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے"۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ صہ ۲۵)

۱۳۔ مشہور و معروف سیرت نگار علامہ السید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ:
"یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہؓ کے عہد میں پوری ہوئی اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے تختِ شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحرِ خضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چار دیوا پر تلوار مارتا ہے"۔ (سیرت النبی جلد سوم صہ ۱۰۶ مطبوعہ لاہور)

واضح رہے کہ اگرچہ بعض دوسری تاریخی روایات میں ارضِ روم پر حملہ آور ہونے والے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے حضرت سفیان بن عوف کا نام بھی آیا ہے جیسے مثلاً کامل ابنِ اثیر کی روایت کے مطابق، لیکن اوّل تو ایسی روایات متذکرہ بالا کثیر اور معتمد علیہ روایات کے مقابلے میں زیادہ وقعت کی حامل نہیں ہیں، دوسرے

ان روایات سے بھی نہ صرف یہ کہ اس لشکر میں یزید کی شرکت ثابت ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ اس فوج کا وہ دوسرا بڑا دستہ جو "مدینۂ قیصر" یعنی قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچا اور جس میں بعض کبار صحابہؓ شریک تھے یزید ہی کی زیرِ کمان تھا — چنانچہ حافظ ابن اثیر کی مفصل عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے

"اور اسی سنہ میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر بلادِ روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیلِ حکم میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے (ترجمہ)

مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذ قدونہ (روم میں مسلمانوں کا فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کے دستہ ہائے فوج کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے۔

جبکہ میں دیر مران میں گددوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے اُمِّ کلثوم ہے۔

اُمِّ کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتاکید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہِ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ بھی تھے اور عبدالعزیز بن زراہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلادِ روم میں گھستے ہی چلے گئے۔ تاآنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔"

(بحوالہ "یزید کی شخصیت" تالیف مولانا عبدالرشید نعمانی صفحہ ۱۸، ۱۹)

رہی مدینۂ قیصر پر حملہ آور ہونے والے اس پہلے اسلامی لشکر کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے مفہوم و مدلول کی تعیین جو "مغفور لہم" کے الفاظِ مبارکہ میں وارد ہوئی ہے تو اس کے ضمن میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کے حسب ذیل الفاظ جو "شرحِ تراجم ابواب بخاری" میں وارد ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم!

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حدیث میں "مغفور لہم" فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کئے تھے وہ بخشدیئے گئے۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں۔ بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرمادیا ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی۔ اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں۔ بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالےٰ کے سپرد ہے۔"

(بحوالہ "یزید کی شخصیت" تالیف مولانا عبدالرشید نعمانی صفحات ۱۱ تا ۱۲)

وفات سیدنا ابوایوب انصاری رضؓ

میزبانِ رسول سیدنا ابوایوب انصاری ؓ کی عمر اسّی سال سے بھی متجاوز تھی، بایں ہمہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں مدینہ منورہ سے دمشق اور پھر دمشق سے قسطنطنیہ کے طویل ترین سفر کی صعوبتیں آپ نے صرف اس لئے برداشت کیں تاکہ رسولِ برحق صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق بشارتِ مغفرت پانے والے لشکر میں شرکت کی

سعادت حاصل کرسکیں ــــ شدید گرمی، طول طویل سفر، موسم اور آب و ہوا کی اجنبیت اور پھر زندگی کے آخری کناروں کو چھوتی ہوئی ضعیفی و کمزوری، چنانچہ حضرت ابو یوب انصاری ؓ کو پیچش کا عارضہ لاحق ہو گیا، جس نے بڑھتے بڑھتے ایسی شدت اختیار کر لی کہ زندگی سے مایوسی ہونے لگی ــــ امیرِ لشکر یزید عہدِ رسالت کی ان بزرگ ترین شخصیت کی دیکھ بھال اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے اسے وصیّت فرمائی کہ مرنے کے بعد میرے جنازہ کو دشمن کی سرزمین میں جتنی دور ممکن ہوسکے جا کر دفن کرنا۔ نیز تمام مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا کر میری طرف سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ و اصحابہ وسلّم کا یہ ارشادِ گرامی بھی سنا دینا۔

من مات لا یشرك باللّٰه شیئًا جعله اللّٰه فی الجنة

"جو شخص اس حال میں فوت ہوگا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی بھی شے کو ساجھی نہ کیا ہو، تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"

یزید نے وصیّت کے مطابق لوگوں کو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا سلام پہنچایا۔ ان کا بیان فرمودہ فرمانِ نبویؐ سنایا اور تجہیز و تکفین کے بعد اس ہی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اگلے دن صبح رومیوں پر حملہ کے دوران قسطنطنیہ کے قلعے کی دیوار کے قریب دفن کر دیا گیا۔
اس ضمن میں حدیثِ نبویؐ اور کتبِ تاریخ کے حسبِ ذیل حوالے مفید ہیں:

۱۔ علّامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

ان یزید بن معاویة کان امیرًا علی الجیش الذی غزا فیه ابو ایوب، فدخل علیه عند الموت فقال له: اذا أنا مِتُّ فاقرءوا علی الناس منی السلام واخبروهم انی سمعت رسول اللّٰه (ص) یقول "من مات لا یشرك باللّٰه شیئًا جعله اللّٰه فی الجنة" ولینطلقوا فیبعدوا بی فی ارض الروم ما استطاعوا قال فحدث الناس لما مات ابو ایوب فاسلم الناس وانطلقوا بجنازته (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۵۹)

"حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید اس لشکر کا امیر تھا، جس میں شامل ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے

نے جہاد کیا۔ ان کی وفات کے قریب یزید حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو لوگوں کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ ارشادِ نبوی انہیں سنانا کہ شرک سے محفوظ شخص کو اللہ جنّت عطا کرے گا" نیز جہاں تک ممکن ہو روم کی سرزمین میں مجھے دور لے جاکر دفن کرنا ـــــ چنانچہ یزید نے لوگوں کو حدیث سنائی اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کا سلام پہنچایا۔ اس کے بعد جنازہ کو دفن کے لئے لے گیا۔"

۲۔ رئیس التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلویؒ نقل فرماتے ہیں :

اخرج الحاکم (ج ۳ ص ۴۵۸) عن محمد بن سیرین قال ......
فمرض وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فدخل علیہ یعودہ فقال ماحاجتك ؟ فقال حاجتی اذا انا مِتُّ فارکب بی ثم سغ لی فی الارض العدو ما وجدت مساغاً فاذا لم تجد مساغاً فادفنّی ثم ارجع

(حیاۃ الصحابہ الجزء الاول ص ۴۴۴)

حاکم نے (مستدرک ص ۴۵۸ ج ۳ پہ) امام محمد بن سیرینؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ بیمار ہوئے، اس وقت یزید امیرِ لشکر تھا۔ وہ بیمار پرسی کے لئے آیا۔ معلوم کیا کوئی ضرورت ہو تو بتائیں ؟ اس پر حضرت ابو ایّوب نے فرمایا میری خواہش ہے کہ جب میں مر جاؤں تو دشمن کے علاقے میں جس قدر ہو سکے دور لے جاکر دفن کر کے واپس آنا

۳۔ حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں :

وکان ابو ایّوب (الانصاری) فی جیش یزید بن معاویۃ والیہ اوصی وھو الذی صلّی علیہ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۸)

"سیدنا ابوایوب انصاریؓ ـــــ یزید بن معاویہؓ کی فوج میں تھے۔ انتقال سے پہلے انہوں نے یزید کو وصیت کی اور اسی نے حضرت ابوایوب کی نماز جنازہ پڑھائی۔"

۴۔ علّامہ محمد بن سعدؒ کی نقل کردہ روایات ملاحظہ ہوں :

- پہلی روایت ـــــ (طبقات ابن سعد اردو ج ۴ ص ۱۶۱)

وہ (یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ) بیمار ہو گئے، لشکر یزید بن معاویہؓ کی

کمان میں تھا۔ وہ ان کے پاس عیادت کو آیا اور پوچھا کہ آپ کی کوئی خواہش ہو تو بیان کیجئے، انہوں نے کہا ہاں میری خواہش ہے کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے اونٹ پر سوار کرا کے جہاں تک گنجائش ملے دشمن کے ملک میں لے جانا، جب گنجائش نہ پانا تو وہیں دفن کر دینا اور واپس آجانا۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو اس نے انہیں سوار کیا اور جہاں تک گنجائش ملی دشمن کے ملک میں لے گیا اور دفن کر کے واپس آیا۔"

دوسری روایت ——— (طبقات ج ۴ ص ۶۱)

"یزید جس وقت ابوایوب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں سے میرا سلام کہنا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ مجھے لے جائیں اور جتنا دور (دفن) کر سکیں کر دیں انہوں نے جو کچھ کہا تھا یزید نے لوگوں سے بیان کر دیا۔ لوگوں نے مانا۔ ان کے جنازے کو جس قدر اندر لے جا سکتے تھے لے گئے۔"

تیسری روایت ——— (طبقات ج ۴ ص ۶۲)

"جس سال یزید بن معاویہ نے اپنے والد معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں قسطنطنیہ کی جنگ کی، اسی سال ابوایوب کی وفات ہوئی۔ ان پر یزید بن معاویہ نے نماز پڑھی، ان کی قبر روم میں قلعہ قسطنطنیہ کی بنیاد میں ہے"

۵۔ قلعہ کی دیوار کے نزدیک کوئی چیز دفن کرتے ہوئے دیکھ کر رومی سربراہ قیصر نے قاصد کے ذریعے معلوم کرایا تو امیر لشکر یزید بن معاویہؓ نے کہا :

صاحب نبیّنا وقد سألنا ان نقدّمه فی بلادك ونحن منفذون وصیّته او تلحق ارواحنا باللّٰه۔

"یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں، جنہوں نے تمہارے ملک میں اندر لے جا کر دفن کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اب ہم ان کی وصیت و خواہش کی تکمیل و تعمیل میں انہیں یہاں دفن کر رہے ہیں۔ ہم انہیں یہاں ضرور دفن کریں گے خواہ ہمیں اپنی جانیں دینی پڑیں۔" (العقد الفرید ج ۳ ص ۳۶۸)

یہ سن کر شاہِ روم کی زبان سے یہ گستاخانہ جملہ نکل گیا کہ ——— مسلمانوں کے

چلے جانے کے بعد ہم یہ لاش نکلوا کر کتّوں کے سامنے ڈلوا دیں گے ـــــ قیصر کی زبان سے نکلے ہوئے ان گستاخانہ اور خبیث الفاظ کی اطلاع ملی تھی کہ یزید نے لشکر کو پوری شدت و قوت سے رومیوں پر حملہ کا حکم دیا۔ اور یہ الفاظ کہے :

یاہل القسطنطینیہ ھذا رجل من اکابر اصحاب محمدؐ نبینا وقد دفنا حیث ترون۔ واللہ لئن تعرّضتم له لاھدمن کل کنیستۃ فی ارض الاسلام ولا یضرب ناقوس بارض العرب اُبدًا۔ (ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۶۶)

"اے قسطنطنیہ کے باشندو! یہ ہمارے نبی محمد صلّی اللہ علیہ و اصحابہ وسلّم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ ہم نے انہیں یہاں دفن کیا ہے۔ ـــــ واللہ! اگر تم نے ان کی قبر کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا تو یاد رکھو کہ پوری سرزمین اسلام میں ہر کنیسہ منہدم کرا دوں گا اور پھر پورے عرب میں کبھی بھی ناقوس تک نہیں بج سکے گا"

۶۔ علّامہ ابن عبد ربّہ کی درج کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں :

لئن بلغنی انّه نبش من قبرہ او مثل به لا ترکتُ بارض العرب نصرانیا الا قتلته ولا کنیسۃً الّا ھدمتها (العقد الفرید ج ۲ ص ۳۶۸)

"اگر مجھے پتہ چلا کہ ان کی قبر اکھیڑی گئی یا ان کے ساتھ کسی بے ادبی کا ارتکاب کیا گیا ـــــ تو (کان کھول کر سن لو کہ) میں سرزمین عرب میں کسی نصرانی کو قتل اور کسی گرجا کو ڈھائے بغیر نہ چھوڑوں گا"

یزید کی اس جرأت مندانہ دھمکی اور شدید حملے سے قیصر پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ اپنے مذہب کے مطابق حضرت مسیح علیہ السّلام کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ حضرت ابو ایّوب انصاریؓ کی قبر کے ساتھ کسی بھی قسم کی بے ادبی و گستاخی نہ ہو گی۔ بلکہ اس کی حفاظت کا بھرپور خیال رکھا جائے گا۔ چنانچہ بعد میں اس نے قبر پر ایک قبہ بنوا دیا۔

انہ بنی علی قبرہ قبۃ و یسرج فیھا الی الیوم

(العقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۲)

"اس نے حضرت ابو ایوبؓ کی قبر پر ایک قبہ بھی بنوا دیا۔ جہاں آج تک چراغ روشن ہوتا ہے۔"

مورخین کا بیان ہے کہ میزبانِ رسول، سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کے جسم کی یہ حفاظت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم کی دی ہوئی پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آئی — اس لئے کہ یہی وہ صحابی تھے جن کو نہ صرف یہ امتیازی شرف حاصل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری مدینہ کے ابتدائی ایام میں میزبانی کی خدمات انجام دیں۔ بلکہ آپ کے استراحت فرماتے وقت پہرہ بھی دیا تھا، جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ ابو ایوب اللہ تمہارے جسم کی بھی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اللہ کے نبیؐ کی رات پہرہ داری کی ہے۔ صاحب کتاب "الروض الانف" شرح السیرۃ النبویہ لابن ہشام لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی اس دعا سے ابو ایوب انصاریؓ کے جسم کی رومیوں ہی سے حفاظت کرائی۔

چنانچہ آج بھی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مقبرہ شہر قسطنطنیہ کے باہر صداقتِ نبوت کے ایک زندہ اور منہ بولتے ثبوت کی حیثیت سے موجود ہے۔ فللہ الحمد۔

●●●●●●●●

نشر القرآن کیسٹ سیریز ۲۶ کے

دین کے انتہائی اہم اور بنیادی موضوع

حقیقتِ ایمان پر ڈاکٹر اسرار احمد

کے ایک ایک گھنٹے کے چار لیکچرز جو ۔۔ کے چار کیسٹوں میں دستیاب ہیں

ہدیہ پاکستانی کیسٹ -/۷۰ روپے (جاپانی کیسٹ) -/۱۲۰ روپے مع محصول ڈاک

ماڈل ٹاؤن لاہور

تمام ہونے والے عنوانات پر مشتمل فہرست طبع شدہ موجود ہے۔ خط لکھ کر طلب فرمائیں

فراستِ نبویؐ کا شاہکار

• غزوۂ حنین و اوطاس • محاصرۂ طائف
• مشرکینِ عرب کا قلع قمع • اہلِ کتاب سے معاملہ

ڈاکٹر اسرار احمد

آٹھویں خطاب کی آخری قسط

ترتیب و تسوید : جمیل الرحمٰن

ایک خاص واقعہ

غزوہ حنین و اوطاس اور محاصرۂ طائف کے بعد جو ایک خاص واقعہ پیش آیا، میں اب آپ کو وہ سنانا چاہتا ہوں کہ جس سے اندازہ ہوگا کہ یہ کیسی کیسی پیچیدہ پیچیدہ صورتِ حال پیدا ہوتی تھیں — سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا میں جو بیان کر رہا ہوں تو ایسا نہیں ہے کہ یہ کوئی سایہ دار ہموار شاہراہ پر چلنے (SMOOTH SAILING) والا معاملہ تھا کہ جس میں کوئی پیچیدگی نہ ہو، کوئی تکلیف نہ ہو، کوئی نشیب و فراز نہ ہو اور انقلاب کی تکمیل ہو جائے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی انقلابی جدّ و جہد کی راہ میں جتنی مشکلات و رکاوٹیں آسکتی ہیں وہ ہمیں آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں نظر آتی ہیں۔ نبوّت و رسالت کے منصب پر باقاعدہ فائز ہونے کے بعد حضورؐ کی بائیس تئیس سالہ حیاتِ طیبہ نہایت شدید اور جاں گسل جدّ و جہد میں گزری ہے۔ بے پناہ مصائب و مشکلات کا مواجہہ کرنا پڑا ہے۔ خود آپؐ کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجھ پر تنہا وہ سب تکلیفیں اور مشکلیں بیتی ہیں جو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر بیتی تھیں — اگرچہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اگر اس کی مشیت ہوتی تو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں

ایک کانٹا بھی چبھنے نہ دیتا اور انقلابِ اسلامی کی تکمیل بھی ہو جاتی۔ لیکن بالفعل ایسا نہیں ہوا۔ حضورؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو بے حد و حساب تکلیفیں جھیلنی پڑی ہیں۔ مصائب برداشت کرنے پڑے ہیں۔ بارہا آپؐ کو پیچیدہ سے پیچیدہ صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونا پڑا ہے۔ مشرکین و کفار کی طرف سے استہزا، تمسخر اور طعن و تشنیع سے جو ذہنی اذیت و کوفت آپؐ کو پہنچتی رہی ہے، اُسے ہم سب جانتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ متعدد مواقع پر ایسا بھی ہُوا ہے کہ وہ لوگ جو حضورؐ کا کلمہ پڑھ رہے تھے، اُن کے ہاتھوں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید نوعیت کی قلبی و ذہنی کوفت اور اذیت اُٹھانا پڑی۔ آخر عبداللہ بن اُبی اور اس کے دوسرے منافق ساتھی بھی تو کلمہ گو تھے اور ان کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ یہی عبداللہ بن اُبی ہے جس نے کئی بار مہاجرین و انصار میں پھوٹ ڈالنے اور باہم دگر دست و گریباں کرانے اور مہاجرین کی توہین و تذلیل کی کوششیں کیں۔ اسی طرح ان منافقین نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے مواقع پر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے جو اوچھے ہتھکنڈے اختیار کیے وہ بھی آنحضورؐ اور صحابہ رضؓ کے لیے انتہائی ذہنی اذیت کا باعث بنے [1]

---

[1] غزوۂ احزاب کے موقع پر اس گروہ کے منافقانہ کردار پر سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظِ مبارکہ تبصرہ فرمایا ہے:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ	"اور یاد کرو وہ وقت جب منافقین
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا	اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں
وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	روگ تھا، صاف صاف کہہ رہے
اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ	تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے
طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ	جو وعدے ہم سے کیے تھے، وہ فریب
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ	کے سوا کچھ نہ تھے۔ جب ان میں سے
فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ	ایک گروہ نے کہا، اے یثرب کے
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ	لوگو! تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا

پھر یہی عبداللہ بن ابی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگا رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی ذہنی و قلبی اذیت جھیلنی پڑ رہی ہے۔ پھر یہ کہ اس معاملے میں چند وہ لوگ بھی ملوّث ہو گئے جو صادق الایمان تھے۔ اس لیے کہ انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اس میں ذہنی آمادگی رہتی ہے کہ کسی کے بارے میں بری بات بیان ہو تو اُسے وہ جلد قبول کر لیتا ہے جبکہ اگر کسی کے بارے میں اچھی بات بیان ہو تو اُسے آسانی سے قبول نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متواتر ایک مہینہ نہایت سخت کرب کی حالت میں گزرا۔ اس لیے قریباً سوا مہینے کے بعد سورۂ نور نازل ہوئی جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ پر لگائی ہوئی تہمت کی تردید کی گئی اور آپؓ کی پاک دامنی کی شہادت دی گئی۔ میں نے اس واقعہ کا اس سے قبل اس سلسلۂ تقاریر میں اس لیے ذکر نہیں کیا تھا کہ اس واقعہ کا انقلاب کے مراحل سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے۔ یوں تو سیرتِ مطہرہ کے بے شمار گوشے ہیں لیکن میں نے اس سلسلے میں اب تک جو متواتر سات تقاریر کی ہیں وہ خاص طور

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝

(آیات ۔ ۱۲ تا ۱۵)

کوئی موقع نہیں ہے، پلٹ چلو ۔ جب ایک فریق نبی سے یہ کہہ کر رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے۔ دراصل وہ (محاذ جنگ) سے فرار ہونا چاہتے تھے۔ اگر شہر کی اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اس وقت انہیں فتنہ کی دعوت دی جاتی تو یہ اس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے انہیں فتنہ میں شریک ہونے میں تأمل ہوتا۔ ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے گئے عہد کی باز پرس تو ہونی ہی تھی۔"

پر انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ و السّلام کے مراحل کے اعتبار سے کی ہیں۔ البتہ غزوۂ حنین و اوطاس کے بعد جو ایک خاص واقعہ ہوا جس کا بیان اس وقت میرے پیشِ نظر ہے، وہ اس سلسلۂ تقاریر کے اصل موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ چنانچہ میں نے یہ تمام باتیں اُسی واقعے کے لیے تمہیداً عرض کی ہیں۔ وہ خاص واقعہ کیا ہے، اب اسے توجہ سے سماعت فرمائیے۔

غنائم اور اسیرانِ جنگ: ہوزان اور ثقیف کے قبائل بہت طاقتور اور دولت مند قبائل تھے۔ چنانچہ ان معرکوں میں بے شمار اور کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ معتبر روایات میں مذکور ہے کہ قریباً چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں مالِ غنیمت میں ملیں۔ عرب کا اصل مال اور سرمایہ یہی مویشی ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں ڈھیروں مال و اسباب کے ساتھ چار ہزار اوقیہ چاندی بھی تھی جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ یہ قبائل اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لائے تھے تاکہ ان کے لشکر اپنے اہل و عیال کے تحفظ کی خاطر بے جگری سے لڑیں اور میدانِ جنگ سے پیٹھ نہ موڑیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آگئی اور جب کافروں کو سزا دینے کا غیبی فیصلہ ہو گیا گویا وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا — والی صورتِ حال عملاً پیدا ہو گئی تو ہوزان اور ثقیف کے قبیلوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور جان بچانے کے لیے جس کا جدھر منہ اٹھا فرار ہو گیا۔ مال مویشی ہی نہیں بلکہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی چھوڑ بھاگے۔ چنانچہ مال مویشی کے علاوہ قریباً چھ ہزار افراد جن میں عورتوں بچوں کی عظیم اکثریت تھی اسیر بنا لیے گئے[1]

---

[1] ان اسیران میں شیما نامی ایک خاتون بھی تھیں جو حضرت حلیمہ رضؓ کی بیٹی اور حضورؐ کی رضاعی بہن تھیں۔ گرفتاری کے موقع پر ہی انہوں نے کہا کہ "میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔" لوگ تصدیق کے لیے فوراً ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت شیما نے پہچان کے طور پر اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ چونکہ حضورؐ نے ایک دفعہ بچپن میں پیٹھ پر دانتوں سے کاٹا تھا، اس کا نشان موجود تھا۔ حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپؐ نے ان کے بیٹھنے کے لیے خود اپنی ردائے مبارک بچھائی۔ دلجوئی کی باتیں

تقسیم غنائم اور ایک پیچیدہ صورت حال

مختصراً یہ کہ اس غزوہ کی فتح کے نتیجے میں بے شمار مال و اسباب ہاتھ آیا۔ یہ بات واضح رہے کہ صدقات کی تقسیم کے لیے سورہ توبہ میں جو شقیں بیان ہوئی ہیں ان میں ایک شق، مُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ بھی ہے۔ یعنی وہ لوگ بھی ان صدقات کے مستحق ہیں جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کی تقسیم میں قریش کے ان لوگوں کو زیادہ نوازا جو فتح مکّہ کے بعد نئے نئے ایمان لائے تھے۔ ان میں سے بھی خاص طور پر جو قریش کے مختلف گھرانوں کے سربراہان اور سردار تھے۔ ان کو مالِ غنیمت میں سے نسبتاً زیادہ حصّہ دیا۔

اب اس تقسیم پر چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، چونکہ اس عمل میں اتفاقی اور واقعاتی اعتبار سے یہ صورتِ حال موجود تھی کہ مکّہ والے بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ کنبہ کے لوگ تھے۔ رشتہ دار تھے۔ اگرچہ یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اگر مکّہ کے لوگ آپؐ کے ہم قبیلہ اور رشتہ دار نہ ہوتے تب بھی حضورؐ ان کے ساتھ یہی معاملہ کرتے۔ اب صورتِ واقعہ یہ بنی کہ اگرچہ حضورؐ یہ معاملہ کر رہے تھے تالیفِ قلبی کی غرض سے لیکن بالفعل تو معاملہ یہ ہوگیا کہ یہ "تالیفِ قلب جن کی ہو رہی تھی، وہ آپؐ کے رشتہ دار اور کنبے و قبیلے والے لوگ تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لشکر میں جو تھوڑے بہت منافقین شامل تھے، اب ان کو موقع مل گیا اور انہوں نے اس کو خوب اچھالا۔ اور یہ معاملہ چونکہ بہت نازک (SENSITIVE) تھا۔ لہٰذا منافقین کے پروپیگنڈے سے عام مسلمانوں میں بھی تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں پھر آپ حضرات کی توجہ مبذول کرا رہا ہوں کہ وہ لوگ بھی انسان ہی تھے۔ انسان کی جو طبعی و فطری کمزوریاں ہیں وہ تو موجود رہتی ہیں۔ چنانچہ قرآن نے

گیں۔ چند اونٹ اور بکریاں مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ جی چاہے تو میرے ساتھ چل کر رہو یا گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ پہلے تو وہ ایمان لائیں۔ پھر عرض کیا کہ مجھے میرے اہلِ خاندان تک پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ان کو عزت و احترام کے ساتھ ان کے قبیلہ میں پہنچا دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اسی حقیقت کو کہیں یوں بیان فرمایا ہے کہ : خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ کہیں یوں کہ : خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ اور کہیں یوں کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ھَلُوْعًا ـــــ یعنی انسان میں خلقی طور پر کچھ کمزوریاں رکھی گئی ہیں، تب ہی تو وہ امتحان اور آزمائش کے اندر ڈالا گیا ہے۔ اگر وہ ہر اعتبار سے کامل (PERFECT) ہوتا، اس کی خلقت میں کسی پہلو سے بھی کوئی نقص نہ ہوتا تو پھر وہ فرشتہ ہوتا۔ پھر اس کے امتحان کی کیا احتیاج ہوتی! چنانچہ یہی ہُوا کہ اس واقعے سے ایک عام بے چینی مسلمانوں میں پھیل گئی اور خاص طور پر انصار میں سے بہت سے مسلمانوں کی زبانوں پر، جن میں مومنین صادقین بھی شامل تھے، یہ بات آگئی کہ :

> " دیکھا! جب جان دینے کا وقت آتا ہے، قربانیوں کا موقع ہوتا ہے تو ہم (یعنی مدینہ والے انصار) یاد آتے ہیں اور جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا ہے تو مکہ والے، اپنے قبیلے والے، اپنے اعزا و اقربا یاد آ گئے۔"

یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش ہائے مبارک تک یہ تمام باتیں پہنچ رہی تھیں اور حضورؐ کے قلب پر جو کیفیات گذر رہی ہوں گی، اس کا کسی قدر اندازہ کوئی بھی صاحبِ قلب حساس کر سکتا ہے

فراستِ نبویؐ کا شاہکار

اب دیکھیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیچیدہ صورتِ حال کو کیسے حل فرمایا!

یہ ہے درحقیقت حضورؐ کی فراست اور حسنِ تدبیر کا شاہکار ـــــ یہ اور اسی نوعیت کی دیگر باتیں ہیں جن پر مستشرقین دنگ رہ جاتے ہیں چاہے وہ منٹگمری واٹ ہو۔ چاہے ایچ جی ویلز ہو، چاہے خواہ کوئی اور نامی گرامی مستشرق ہو کہ یہ فراست! یہ تدبّر! یہ انسانی فطرت اور نفسیات سے واقفیت! یہ انسان شناسی! جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ـــــ اور یہ صلاحیت کہ پیچیدہ سے پیچیدہ صورتحال کو خوب صورتی سے حل کر لینا یہ تمام اوصاف اُس ذاتؐ میں بدرجہ کامل جمع تھے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ انگریزی زبان میں تعریف و توصیف کے کوئی الفاظ ایسے باقی

نہیں رہ گئے ہیں جو مسٹر منٹگری واٹ نے اپنی کتاب "MOHAMMAD AT MEDINAH" میں حضورؐ کے لیے استعمال نہ کر دیئے ہوں ۔
انہوں نے لکھا ہے کہ ؛" اعلیٰ ترین تدبّر و تفہیم، معاملہ فہمی، انسان شناسی، دُور اندیشی، ان تمام اعتبارات سے جو اوصاف کسی بلند پایہ مدبّر، کسی سیاست دان، کسی حکمران، کسی STATESMAN کے اندر ہونے چاہئیں وہ بتمام و کمال موجود تھے محمدؐ میں (صلی اللہ علیہ وسلّم)"

اسی فراست اور حسنِ تدبیر کی ایک نمایاں مثال ہے جو اس واقعہ میں سامنے آتی ہے ۔ روایات میں آتا ہے کہ یہ چہ میگوئیاں سننے کے بعد حضورؐ نے ایک بہت بڑا خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا خیمہ نصب کیا گیا۔ پھر آپؐ نے تمام انصارؓ کو وہاں جمع کر لیا۔ وہاں آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ فصاحتؓ بلاغت کی معراج تو ہے ہی۔ جیسے تمام اہلِ سیر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ خطبہ فراست و ذکاوت اور تدبّرِ نبویؐ کے ساتھ ساتھ علم نفسیاتِ انسانی کے ادراک میں آپؐ کی مہارت کا بھی شاہکار ہے۔ حضورؐ نے انصارؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" اے معشر الانصار! کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت بخشی!"

حضورؐ کے سوال کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ یہی کہ "کیوں نہیں۔ واقعتاً حقیقت یہی ہے۔ چنانچہ انصارؓ نے بیک زبان یہی جواب دیا" بَلیٰ یارسُول اللہ ۔

پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

" یامعشر الانصار! کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر الفتؓ محبت اور اتفاق پیدا فرمایا؟" [1]

---

[1] اشارہ ہے اس دشمنی کے خاتمہ کی طرف جو اوس و خزرج کے قبائل میں برسوں سے نسلاً بعد نسلٍ چلی آرہی تھی۔ جس کے باعث وقفہ وقفہ سے ان میں بار بار

پھر حضورؐ نے فرمایا :

" یامعشر الانصار! کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم مفلس تھے، اللہ تعالےٰ نے میرے ذریعہ سے تمہیں غنی کر دیا"

اس طریقہ سے آپؐ وہ احسانات و انعامات گنواتے چلے گئے جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے انصار پر بالخصوص اور نوعِ انسانی پر بالعموم ہوئے تھے - اور ہر ہر جملہ پر تمام انصارؓ بیک زبان عرض کرتے کہ :

" بَلیٰ یارسُول اللّٰہ - بَلیٰ یا رسُول اللّٰہ - (کیوں نہیں! اے اللہ کے رسولؐ ہم تسلیم کرتے ہیں)

اس ارشاد کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خطاب کا رُخ بدلا اور ارشاد فرمایا :

" یامعشر الانصار! تم جواب میں یہ کہہ سکتے ہو کہ اے محمد! (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جب تمہاری قوم نے تمہیں جھٹلایا، تمہاری تکذیب کی تو ہم تم پر ایمان لائے اور ہم نے تمہاری تصدیق کی"— "میں جواب میں کہوں گا کہ تم صحیح کہتے ہو" پھر فرمایا "یامعشر الانصار! تم یہ کہہ سکتے ہو کہ جب تمہیں تمہارے دشمنوں نے ہجرت پر مجبور کر دیا تو ہم نے تمہیں پناہ دی"— "میں جواب میں کہوں گا کہ تم صحیح کہتے ہو"! پھر حضورؐ نے فرمایا : " یامعشر الانصار! تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اے محمّد

انتہائی خون ریز اور خوفناک جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور یہ دونوں قبیلے قریباً ختم ہُوا چاہتے تھے اگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منورہ تشریف نہ لاچکے ہوتے- اسی کا ذکر ہے سورہ آلِ عمران میں بایں الفاظِ مبارکہ :

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط -

(صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ ہم نے اپنی جانیں دی ہیں، ہم نے اپنا خون بہایا ہے جس کی بدولت آپؐ کو یہ کامیابی حاصل ہوئی ہے" ۔ " اور میں جواب میں کہوں گا کہ تم صحیح کہتے ہو"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُرتاثیر خطبہ سے جب جذبات کی ایک خاص فضا پیدا ہوگئی تو آپؐ نے ایک بار پھر خطاب کا رُخ بدلا اور ارشاد فرمایا:

" یا معشر الانصار! کیا تمہیں یہ پسند اور منظور نہیں ہے کہ لوگ اونٹ بھیڑیں اور بکریاں لے کر اپنے گھروں کو واپس جائیں ــــ اور تم **محمد رسول اللہ** (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹو!!"

اِس پر شدّتِ جذبات سے تمام انصارؓ کی چیخیں نکل گئیں اور وہ سب بیک زبان پکار اُٹھے:

"رضینا۔ رضینا۔ رضینا" ــــ ہم بالکل راضی ہیں (ہمیں نہ اُونٹ چاہئیں نہ بھیڑیں اور بکریاں۔ ہمیں تو صرف اللہ کے رسول **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) درکار ہیں۔

مجمع میں اکثروں کا یہ عالم تھا کہ روتے روتے بے حال ہوگئے۔ آنسوؤں سے ڈاڑھیاں تر ہوگئیں ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار رضؓ کے سامنے یہ حکمت بیان فرمائی کہ مکہ کے لوگ تازہ تازہ ایمان لائے ہیں، ان کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ کسی ناحق جانبداری کی بنا پر نہیں دیا گیا ہے بلکہ تالیفِ قلب کے لیے دیا گیا ہے۔

اِس انتہائی نازک اور پیچیدہ صورتِ حال پر غور کیجئے کہ یہ بالکل اتفاقیہ امر (INCIDENT ـــــ) تھا کہ واقعتاً جن کی تالیف قلب کی گئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ والے تھے، بہت سے حضورؐ کے رشتہ دار تھے۔ لہٰذا ایسی صورتِ حال پیدا ہوجانا بالکل فطری تھا ــــ لیکن فراستِ نبویؐ اور آپؐ کے حسنِ تدبیر نے کس خوبی سے اُسے حل کیا! ــــ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ اسی زاویہ نگاہ اور اسی حیثیت سے کرنے کی کوشش کریں اور واقعات پر غور کریں کہ دنیا میں کسی انقلابی جدوجہد میں جو بھی سخت مراحل آتے ہیں، جو بھی گھمبیر پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں،

اُن سب سے سابقہ پیش آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ بالفاظ دیگر کسی بھی انقلاب کے جو بھی اساسی تقاضے (PRE-REQUISITES) ہوتے ہیں وہ سب کے سب آپؐ کی انقلابی جدّ وجہد میں پورے کیے گئے تب وہ انقلاب برپا ہوا جو بلاشبہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب تھا۔

اسیرانِ جنگ کی رہائی

مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد مسئلہ تھا اسیرانِ جنگ کی باقاعدہ تقسیم کا۔ یہ تمام افراد اس وقت تک جعرانہ میں محفوظ تھے۔ اصول کے مطابق ان کو لشکر میں شریک لوگوں میں تقسیم کرنا باقی تھا کہ ہوزان و ثقیف کی جانب سے ایک معزز سفارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسیرانِ جنگ کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ رئیس سفارت نے کھڑے ہو کر حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو عورتیں محبوس اور اسیر ہیں انہی میں تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ تم نے ہمارے قبیلہ کی ایک خاتون کا دودھ پیا ہے (مراد ہیں حضرت حلیمہ رضؓ) لہٰذا ہم سب تمہارے قرابت دار ہیں۔ خدا کی قسم! اگر سلاطینِ عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بھی کچھ امیدیں وابستہ ہوتیں اور تم سے تو کہیں زیادہ توقعات ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ خاندانِ عبد المطلب کا جس قدر حصّہ ہوگا وہ میری طرف سے آزاد ہے۔ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے مجمع میں یہ درخواست پیش کرو۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد رئیسِ سفارت نے یہ درخواست مجمع میں پیش کی۔ حضورؐ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا" مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے جس کا حصّہ میں چھوڑتا ہوں اور تمام مسلمانوں سے بھی اسیران کی رہائی کی سفارش کرتا ہوں۔" مہاجرین و انصار اور دوسرے لوگ پکار اُٹھے" ہمارا حصّہ بھی حاضر ہے۔" چنانچہ اس طرح دفعتہً چھ ہزار اسیران آزاد ہو گئے۔

فتح مکّہ کے بعد پہلا حج ۸ھ

اب آیئے دوسرے چند اہم واقعات کی طرف ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبّر کو دیکھیے کہ اگرچہ ۸ھ میں حضورؐ مکّہ میں داخل ہوئے تھے ایک فاتح کی صورت

میں اور ایک فیصلہ کن انداز میں — اور جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپؐ نے تمام بتوں کو اس موقع پر پاش پاش کر دیا تھا۔ گویا: جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥ کے وعدۂ الٰہی کا ظہور ہو چکا تھا۔ آپؐ کو یہ تو پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ قریش میں بالکل دم خم نہیں ہے کہ وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کر سکیں ان کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ اسی وجہ سے تو آپؐ نے صلح کی تجدید سے اعراض اختیار فرمایا تھا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد آپؐ نے یہ نہیں کیا کہ وہاں کے پورے نظام کو یکسر بدل دیا ہو۔ اس کے بالکل برعکس آپؐ نے وہ مختلف ذمہ داریاں جو قریش کے مختلف خاندانوں کے سربراہوں کی تحویل میں تھیں، ان کو انہی کے سپرد رہنے دیا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں — آپؐ نے وہاں کے انتظامی معاملات کو بالکل ڈسٹرب نہیں کیا، قطعی نہیں چھیڑا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا کوئی امیرِ حج تک مقرر نہیں کیا کہ اب اس کی سرکردگی میں حج ہو گا۔ حالانکہ دو ماہ بعد حج ہونے والا تھا۔ بلکہ آپؐ نے نہایت نرم روش اختیار کی اور فتح مکہ کے بعد ذی الحجہ ۸ھ میں جو پہلا حج آیا وہ پہلے ہی کی طرح مشرکین ہی کے زیرِ انتظام و انصرام ہوا۔ اس میں صرف یہ فرق ہوا کہ مشرکین اپنے طور پر حج کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی موحدین بھی اسلامی طریق پر حج کر رہے تھے۔

دوسرا حج ۹ھ

فتح مکہ کے دوسرے سال ۹ھ میں جب حج کا موقع آیا تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی شرکت کی اجازت تو برقرار رکھی کہ وہ بھی حج کریں اور مسلمان بھی حج کریں گے۔ لیکن حج کے جملہ انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ خودؐ تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ حج بنا کر انؓ کے ہمراہ صحابہؓ کا ایک قافلہ حج کے لیے بھیج دیا۔ حج کے لیے قافلہ روانہ ہو چکا تھا کہ چند دنوں بعد ہی سورہ توبہ کی پہلی چھ آیات نازل ہوئیں — اور میرے نزدیک یہ چھ آیات دراصل اندرونِ عرب انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل کے اعلان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ درحقیقت جزیرہ نمائے عرب میں شرک کے قطعی اور مکمل قلع قمع کا آخری اقدام یہی ہے۔ جو ان آیات میں بیان ہوا۔ یہ آیات کیا ہیں! ان کے مطالعہ

سے قبل ایک وضاحت ضروری ہے۔

سورہ توبہ کے ساتھ بسم اللہ کا نہ ہونا

یہ بات تو ہر وہ شخص جانتا ہے جو قرآن مجید سے کسی بھی نوع کا شغف اور تعلق رکھتا ہو کہ سورہ توبہ سے پہلے آیۂ بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ[١١٤] سورتوں میں سے یہ واحد سورت ہے کہ جس کے آغاز میں نہ بسم اللہ لکھی جاتی ہے نہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے!— بہت سے لوگوں نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ اصل وجہ تو یہ ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سورہ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی۔ اس کے سوا کوئی دلیل ہے ہی نہیں— دلیل تو صرف حضورؐ کا فرمان ہے لیکن اس دلیل کی حکمت معلوم کرنے کے لیے، اس کی توجیہہ معلوم کرنے کے مختلف ہو سکتی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رائے یہ ہے، اور بڑی پیاری رائے ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ تلوار ہاتھ میں لے کر نازل ہوئی ہے۔ یہ مُخزِیہ ہے، یہ مُشرِّدہ ہے، یہ مفضحہ ہے۔ یہ تو مشرکین کو فضیحت کرنے والی ہے۔ یہ ان کے لیے دنیا و آخرت کی رُسوائی کا اعلان کرنے والی ہے۔ یہ ان کے آخری استیصال اور بیخ کنی کا فرمان (EXTERMINATION PROCLAMATION) لے کر آئی ہے۔ یہ سورۃ تو تلوار بدست ہے لہٰذا اس کے آغاز میں بسم اللہ کیسے لکھی جائے جس میں اللہ کی صفتِ رحمت کی دو شانوں، دو عظیم ترین اسمائے حسنیٰ، دو ارفع صفات یعنی رحمانیت اور رحیمیّت کا ذکر ہے۔ آیت بسم اللہ تو رحمتِ الٰہی کا بہت عظیم خزانہ ہے— جبکہ اس سورۂ مبارکہ کے آغاز ہی میں اللہ تعالےٰ کے غیض و غضب اور انتقامی شان ظاہر ہو رہی ہے— لہٰذا یہ واحد سورۂ مبارکہ ہے، جس کے آغاز میں آیت بسم اللہ نہیں ہے۔

سورۂ توبہ کے ابتدائی چھ آیات کے مطالب و مفاہیم

اب آیئے۔ سورۂ توبہ کی ابتدائی چھ آیات اور ان کے مطالب و مفاہیم پر غور کریں۔ فرمایا: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اعلان ہے لاتعلقی کا، بے زاری کا، براءت کا اللہ کی طرف سے اور

اس کے رسولؐ کی طرف سے، ان سب مشرکین کے لیے جن سے (اے مسلمانو!) تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے ۔" اس کی شرح بعد میں آئی ہے کہ جن مشرکین نے معاہدہ کی شرائط اپنی طرف سے پوری کی ہیں، تم بھی اپنی طرف سے ان شرائط کو پورا کرو۔ لیکن اُس مدت تک جس کے لیے معاہدہ ہُوا ہے — اب کسی مشرک قبیلہ کے ساتھ معاہدہ کی تجدید (RENEWAL) نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ اب انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل کا مرحلہ آ گیا ہے۔ آگے فرمایا: فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۔ "تو اے مشرکو! پس تمہارے لیے چار مہینے (مزید مہلت کے) ہیں جن میں تم لوگ اس سرزمین میں چل پھر لو۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، شکست نہیں دے سکتے"۔ چونکہ یہ اشہرِ حرم ہیں، ان میں خونریزی ممنوع ہے، یہ حرمت والے مہینے ہیں تو تمہیں چار مہینوں کی مہلت ہے — اور تم اللہ تعالیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور تم وہ صورت دیکھ چکے ہو کہ: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ باطل تو اب زائل ہو چکا ہے، اس کے لیے اب زوال مقدر ہو چکا ہے۔ اسی آیت کا آخری ٹکڑا ہے: وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ○ " اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رُسوا اور ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا"۔ اب تکمیل کا اعلان ہے جو تیسری آیت میں آ رہا ہے: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ " یہ اعلانِ عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے"۔ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ "تمام نوعِ انسانی کی طرف سے حجِ اکبر کے دن"۔

حجِ اکبر کی صحیح نوعیت: یہاں ایک ضمنی بات بھی سمجھ لیجئے کہ 'حجِ اکبر' کے متعلق ہمارے یہاں ایک غلط تصور بیٹھ گیا ہے کہ جو حج جمعہ کے روز ہو، وہ 'حجِ اکبر' ہے۔ یہ بالکل بے بنیاد اور غلط تصور ہے۔ حجِ اکبر درحقیقت حج ہی کو کہتے ہیں، اس لیے کہ عرب میں اسلام سے پہلے عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ اس میں بھی قیامِ منیٰ، وقوفِ عرفات، رمی جمرات اور قربانی کو چھوڑ کر دوسرے مناسک جو خالصتاً بیت اللہ سے متعلق ہیں، جیسے احرام، طوافِ قدوم، سعی بین الصفا والمروہ، طوافِ وداع شامل ہیں — تو عمرہ حجِ اصغر ہے اور ۹ ذی الحجہ کو وقوفِ عرفات حجِ اکبر ہے۔ وقوفِ عرفہ کا

جمعہ کے دن آ جانا، اس کی کوئی خصوصی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن غلط العام کے طور پر یہ بات پھیل گئی ہے کہ وقوفِ عرفہ کا جمعہ کے دن آنا حجِ اکبر ہے۔

برأت کا اعلانِ عام: فرمایا: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ۔ "اعلانِ عام ہے اللہ ج اور اس کے رسول ص کی طرف سے لوگوں کے لیے حجِ اکبر کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول ص مشرکین سے بری الذمہ ہے (اُن سے اللہ ج اور اس کے رسول ص کا کوئی تعلق باقی نہیں ہے)"۔ آگے فرمایا: فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ج "اب اگر تم توبہ کرو (یعنی اسلام قبول کرلو) تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے"۔ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ط "اور اے مشرکو! اب بھی تم نے روگردانی کی تو اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو شکست نہیں دے سکتے۔ اُسے تم عاجز نہیں کرسکتے"۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ "اور ان کافروں کو اے نبی ص، آپؐ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے"۔ یہاں تک تین آیات کا ہم نے مطالعہ ختم کیا۔ اب چوتھی آیت کے مضمون کا میں پہلے بھی حوالہ دے چکا ہوں۔ آیت اور اس کا ترجمہ سن لیجئے:

اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ — سوائے اُن مشرکین کے جن سے تمہارے معاہدے ہیں پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا، تو ایسے لوگوں کے ساتھ جو تمہارا معاہدہ ہے تم اسے مدتِ معاہدہ تک وفا کرو بے شک اللہ متقیوں سے محبت رکھتا ہے"۔ جیسا کہ عرض کرچکا ہوں کہ اس اسلوب میں یہ ہدایت مضمر ہے کہ اب اُن سے بھی معاہدہ کی تجدید نہیں ہوگی۔

عذابِ استیصال والی آیت: اب پانچویں آیت وہ آرہی ہے جو مشرکینِ عرب کے لیے عذابِ استیصال والی سخت ترین آیت ہے۔ میرے حقیر مطالعہ کے مطابق اس سے سخت کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ہے — اور

اس سورۂ مبارکہ کی یہی آیت ہے جس میں تلوار ہاتھ میں لے کر اترنے والی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ فرمایا: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ "پس جب حرمت والے یہ مہینے ختم ہو جائیں"۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ "تو قتل کرو ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ"۔ وَخُذُوْهُمْ "اور ان کو پکڑو"۔ وَاحْصُرُوْهُمْ "ان کا محاصرہ کرو"۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ "اور ان کو پکڑنے کے لیے، ان کی خوب خبر لینے کے لیے ہر گھات میں بیٹھو"۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ "پھر اگر وہ توبہ کریں (یعنی ایمان لائیں) اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں"۔ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ "تو ان کا راستہ چھوڑ دو"۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ "یقیناً اللہ غفور اور رحیم ہے"۔

اس آیت کا مفہوم

اب اس آیت کی IMPLICATION سمجھ لیجئے کہ اس سے مراد کیا ہے! اس کا مطلب کیا ہے! پہلی بات تو یہ جان لیجئے کہ یہ آیت عام نہیں ہے۔ یہ دنیا کے تمام مشرکوں کے لیے نہیں ہے۔ یہ صرف جزیرہ نمائے عرب کے اُن مشرکین کے لیے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں وہاں آباد تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صرف انہی کے لیے کیوں ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن ہی میں سے تھے۔ اُن کی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ اُن پر آخری درجہ میں اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ یہ بالکل وہی قانون ہے کہ جس قانون کے تحت قومِ نوحؑ غرق کی گئی۔ قومِ ہودؑ ہلاک کر دی گئی۔ قومِ صالحؑ ہلاک کر دی گئی۔ قومِ لوطؑ ہلاک کر دی گئی۔ یعنی جس قوم کی طرف تعین کے ساتھ رسول کو بھیج دیا جائے اور رسول دعوت و تبلیغ کے ذریعے اپنی قوم پر اتمامِ حجت کر دے اور قوم اس کی بات کو نہ مانے تو وہ قوم کسی رعایت کی مستحق نہیں رہتی اور اُسے اس دنیا میں نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ یہ کسی عام داعی کی بات نہیں ہے، یہ رسول کی بات ہے۔ رسول تو اللہ تعالیٰ کی برہان بن کر مبعوث ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے بیّنات لے کر آتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے معجزات

دکھاتا ہے۔ اس پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے کہ جس سے بڑی کوئی برہان اور جس سے بڑی کوئی بینہ ممکن نہیں ہے۔ اب ان تمام باتوں کے بعد بھی لوگ ایمان نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے اور یہ اللہ کا وہ غیر مبدّل قانون ہے جس کے تحت پوری کی پوری قومیں ہلاک کر دی گئی ہیں — اور نقشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ:
لَا یُرٰی اِلَّا مَسٰکِنُہُمْ — قوم ختم ہو گئی، مسکن رہ گئے، کھنڈرات رہ گئے۔ مکان نظر آ رہے ہیں، مکین نظر نہیں آ رہے — مختلف قوموں پر عذابِ استیصال مختلف صورتوں میں ہوا ہے — کہیں ایسا ہوا ہے کہ ایک عالمگیر نوع کا سیلاب لا کر پوری کی پوری قوم کو غرق کر دیا، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ ہوا۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ قوم کے چیدہ چیدہ لوگوں کو نکال کر سمندر میں غرق کر دیا گیا جیسے آلِ فرعون کے ساتھ ہوا۔ کہیں ایسا ہوا کہ منکرین کی بستیوں ہی میں عذاب آیا۔ کہیں زلزلہ آ گیا، کہیں پتھراؤ آ گیا۔ کہیں حاصب بھیج دی گئیں۔ کہیں بستیوں کو اٹھا کر پلٹ دیا گیا۔ کہیں ایک چنگھاڑ اور گرج ایسی بھیج دی کہ جس کو سن کر بستی پر بستیاں ختم ہو گئیں — تو عذابِ استیصال کی یہ مختلف صورتیں رہی ہیں —

حضورؐ کی دو بعثتیں: آگے بڑھنے سے قبل یہ سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتیں دو ہیں۔ ایک بعثت خصوصی الیٰ اہل العرب — وہ ہے بنی اسمٰعیل کی طرف — جن میں سے نبی اکرمؐ خود تھے۔ جن کی زبان میں حضورؐ پر اللہ کا کلام نازل ہوا — دوسری بعثت عمومی ہے اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (یعنی پوری نوعِ انسانی کی طرف) وہ اس وقت زیرِ گفتگو نہیں — البتہ جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ خصوصی ہے تو ان پر دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، انذار و تبشیر، تذکیر و وصیت کے ذریعے سے حضورؐ رسالت کی تمام ذمہ داریاں بنفسِ نفیس ادا فرما چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اتمامِ حجت کیا جا چکا ہے لہٰذا ان کے لیے اب رعایت کا کوئی سوال نہیں — ان پر جو عذاب آیا ہے اس کی پہلی قسط وہ تھی جو غزوہ بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ جہاں ان کے بڑے بڑے سردار جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی مانند پڑے ہوئے تھے۔ انہی میں ابوجہل ہے، عتبہ ابن ربیعہ ہے، عقبہ ابن ابی معیط ہے، انہی میں علقبہ ابن ربیعہ

کا بھائی اور بیٹا بھی ہے۔ الغرض ان کے اکثر نامی گرامی سردار اس غزوہ میں کھیت رہے تھے۔ اسی طرح انہی میں نضر ابن حارث بھی تھا جو پکڑا گیا تھا، بعد میں حضورؐ نے قتل کرایا تھا۔ پھر مختلف غزوات میں بہت سے صنادید مشرکین بتدریج اس اس دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہو کر واصلِ جہنم ہوتے رہے۔

مکمل قلع قمع کا مرحلہ: اب ان آیات میں درحقیقت عرب سے شرک کے مکمل خاتمہ اور قلع قمع (MOPPING UP OPERATION) کا اعلانِ عام ہے کہ اب اہلِ عرب کے مشرکین کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے، اب کوئی نئی صلح نہیں ہوگی۔ جو صلح پہلے سے ہو چکی ہیں، ان میں سے کسی کی بھی مدت ختم ہو جانے کے بعد آئندہ تجدید نہیں ہوگی۔ کسی نے صلح توڑ دی، معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو وہ اسی وقت ختم اور کالعدم ہو جائے گی۔ پھر یہ کہ چار مہینے گذرنے کے بعد پورے عرب کے اندر مشرکین کا قتلِ عام شروع ہو جائے گا۔ کسی کی رو رعایت نہیں کی جائے گی۔ کسی کی جان بخشی نہیں کی جائے گی۔ سوائے اس کے جو ایمان لے آئے۔ دل کا حال اللہ جانتا ہے۔ اس کا حساب وہ عزّ وجل لے گا۔۔۔ یہاں اُسے اپنے ایمان کا اقرار و اعلان کرنا ہوگا۔ کلمۂ شہادت ادا کرنا ہوگا۔ نماز قائم کرنی ہوگی۔ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ جو بھی ان شرائط کو پورا کر دے گا اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا یعنی جو لوگ نظامِ اسلام کو قبول کرلیں، اور مسلم ہو جائیں، ان کے جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اُن کے دلوں میں ایمان داخل ہُوا یا نہیں ہُوا اس کا فیصلہ اللہ کرے گا۔ جیسا کہ عرض کیا کہ دلوں کا حال اس عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر کو ہے۔ چنانچہ اسی مضمون پر مشتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی پیاری حدیث ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ	" مجھے (اللہ کی طرف سے) یہ حکم دیا
النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا	گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	حتٰی کہ وہ شہادت دیں: لا الٰہ الا
وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ	اللہ محمد رسول اللہ۔ اور نماز قائم
وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ	کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب

یؤتوا الزکوٰۃ فاذا	وہ زکوٰۃ ادا کریں تو وہ مجھ سے اپنے
فعلوا ذالک عصموا منی	خون اور اپنے اموال بچالیں گے سوائے
دماءھم واموالھم	اس کے کہ اسلام کے حق میں ہو۔ اور
الا بحق الاسلام وحسابھم	(باقی رہا) اُن کا حساب، وہ اللہ
علی اللّٰہ عزّ وجلّ	کے ذمے ہے۔"

(متفق علیہ)

معلوم ہُوا کہ مشرکینِ مکّہ کی جان بخشی کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں تھی کہ وہ کلمۂ شہادت ادا کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

دورِ صدّیقی کا ایک اہم واقعہ: ضمنی طور پر میں دورِ صدّیقی کا وہ اہم واقعہ بھی یہاں بیان کر دیتا ہوں جو درحقیقت اسی حدیث سے متعلق ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے اور بعض نے مرکزی بیت المال کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ یہ دونوں گروہ "مانعین زکوٰۃ" کے نام سے اسلامی تاریخ میں موسوم کیے جاتے ہیں۔ تو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان دونوں گروہوں سے قتال کا فیصلہ کیا۔ اس پر کچھ صحابہ رضؓ نے مشورہ دیا کہ آپ رضؓ ایک دم تین تین محاذ مت کھولیے۔ ایک طرف تو جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے ہیں۔ دوسری طرف آپ رضؓ بعض کبار صحابہ کے مشورہ کے باوجود اُس لشکر کو روکنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے اور اُسے روانہ کر دیا۔ جو حضورؐ نے حضرت اُسامہ کی سرکردگی میں شام کی سرحدوں تک جانے کے لیے تیار کیا تھا جہاں قیصر روم کی عملداری تھی تو یہ دو محاذ پہلے سے قائم ہیں اب آپ رضؓ تیسرا محاذ ان مانعین زکوٰۃ کے خلاف کھولنا چاہ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کلمۂ شہادت بھی ادا کر رہے ہیں۔ نماز بھی پڑھ رہے ہیں۔ کچھ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بالکل انکاری ہیں تو کچھ لوگ زکوٰۃ تو ادا کرنا چاہتے ہیں لیکن مرکز کو دینا نہیں چاہتے تو ان لوگوں کے خلاف اس وقت محاذ کھولنا مصلحت کے خلاف ہے ـــــ اس وقت حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنے مؤقف کے حق میں جو استدلال کیا تھا تو وہ اِسی حدیث سے کیا تھا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی جنگ کے خاتمہ کے لیے کم سے کم یہ تین شرائط بیان کی ہیں: "حتّٰی یشہدوا ان لا الٰہ الّا اللّٰہ

وَاَنَّ محمّد ارسول اللّٰہ و لیقیموا الصّلوٰۃ و لیؤتوا الزّکوٰۃ"
تو مَیں کون ہوتا ہوں ان شرائط سے کمتر پر صلح کرنے والا! ــــ یہ ہے وہ انتہائی قُرب جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تھا کہ کسی معاملہ میں سرِمُو فرق کرنے کے لیے آں جناب رضؓ آمادہ نہیں تھے۔

چنانچہ یہی تین شرائط ہیں جو سورۃ توبہ کی زیرِنظر آیت میں بیان کی گئیں اس فرق کے ساتھ کہ کلمۂ شہادت کی تعبیر توبہ سے کی گئی ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَہُمْ۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں یعنی ایمان لے آئیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ان کو جانے دو، اب ان کے مال اور ان کی جانیں محفوظ ہوگئیں ــــ باقی رہا یہ معاملہ کہ وہ دل سے ایمان لائے تھے یا نہیں لائے تھے تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود لے لے گا اور یہ اس کی شانِ غفاری و رحیمی ہے کہ وہ ان تین شرائط کو پورا کرنے کے بعد عذابِ استیصال سے محفوظ کردیئے جائیں گے۔ خواہ وہ محض جان و مال بچانے کے لیے ایمان لانے کا اقرار ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔

مشرکینِ مکّہ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ وہ سخت ترین آیات ہیں کہ جن کی وجہ سے حضرت علی رضؓ نے سورۃ توبہ کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ سورہ مبارکہ تلوار ہاتھ میں لے کر نازل ہوئی ہے ــــ جیسا کہ مَیں عرض کرچکا ہوں کہ یہ الفاظ ہی بول رہے ہیں: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْہُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْہُمْ وَخُذُوْہُمْ وَاحْصُرُوْہُمْ وَاقْعُدُوْا لَہُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ جیسے ہی حرمت والے مہینے ختم ہوں، مشرکین کو جہاں پاؤ ان کو قتل کردو، انہیں پکڑو اور اُن کا گھیراؤ کرو اور ان کے لیے ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھو۔

قتلِ عام کی نوبت نہیں آئی : مَیں یہ عرض کردوں کہ اس کی نوبت عملاً آئی نہیں۔ کسی قسم کی کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اُن چار مہینوں کے اختتام پر مشرکین عرب میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسلام نہ لے آیا ہو۔ گنتی کے چند افراد کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ آخر وقت تک کفر پر قائم رہے لیکن ایسے لوگ معیّن وقت ختم ہونے سے

پہلے ہی سرزمینِ عرب کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ چنانچہ کوئی حبشہ چلا گیا اور کسی نے شام یا مصر میں پناہ لی ـــــ بہرحال خونریزی کا مرحلہ آیا نہیں۔ لیکن اصل میں اس اعلان کی حیثیت جزیرہ نمائے عرب سے کفر و شرک کے استیصال (MOPPING UP OPERATION) کی ہے کہ اگر اہلِ عرب بنی اسمٰعیل میں سے کوئی بھی انکار کرتا تو اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاتی۔ رہا دوسرے غیر عرب کفّار کا معاملہ! تو اس میں فرق ہے جو میں آگے بیان کروں گا ـــــ البتہ یہاں میں ایک اہم واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کے نتیجہ میں نظم کی اہمیت آپ کے سامنے آجائے گی۔

نظم کی اہمیت، ایک اہم واقعہ

میں ان تقاریر میں یہ بات تفصیل سے بیان کرتا رہا ہوں کہ انقلاب کی لازمی شرائط (PRE-REQUISITES) میں سے ایک اہم شرط ایک منظّم (DISCIPLINED) جماعت کا قیام بھی ہے ـــــ اِس واقعہ کے ذریعہ سے اُس نظم کا نقشہ آپ کے سامنے آئے گا جو تربیت و تزکیۂ نبوی ؐ کے نتیجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں راسخ ہو چکا تھا۔

وہ واقعہ یوں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو اس سے پہلے حج کے لیے قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ حج مقرر فرمایا تھا۔ اب ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکّہ روانہ فرمایا اور آں جنابؓ کو یہ ذمہ داری سپرد کی، کہ حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں جب کہ پورے عرب کے کونے کونے سے کھنچ کر لوگ وہاں جمع ہوں گے، جن میں مشرکین بھی ہوں گے، تو اُس مجمع میں یہ آیات میرے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے کھڑے ہو کر سُنا دینا تاکہ تمام اہلِ عرب کو معلوم ہو جائے کہ اشہر حرم کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے مشرکینِ عرب، بنی اسماعیل سے کیا معاملہ ہوگا ـــــ یہ چھ آیات اور نبی اکرم ؐ کی طرف سے تفویض کردہ یہ ذمّہ داری لے کر حضرت علیؓ روانہ ہو گئے۔ اور راستہ ہی میں قافلۂ حج کو جا لیا۔ جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر رضؓ نے سلام و دعا کے بعد جو پہلا سوال کیا وہ لوٹ کر لیجئے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: امیرٌ او ماموزٌ ـــــ یعنی

یہ بات واضح کر دیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو امیر بنا کر بھیجا ہے یا مامور بنا کر ــ کسی اسلامی جماعت میں کسی بھی فرد کے لیے دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو وہ خود صاحبِ امر یعنی امیر ہو گا بصورت دیگر کسی امیر کے تابع یعنی مامور ہو گا ــــ اسی طرح یہاں دیکھئے کہ حضرت ابو بکرؓ پوچھتے ہیں کہ امیرٌ او مأمورٌ ! ــ یعنی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے آپؓ کو امیر بنا دیا ہو تو آپ چارج سنبھالیے۔ اپنی پوزیشن میں آیئے تاکہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں اب مامور ہوں اور میں آپؓ کا حکم سنوں اور مانوں ــ اور اگر دوسری صورت ہے کہ میں ہی امیرِ حج ہوں اور آپؓ مامور ہیں تو یہ پوزیشن واضح ہو جانی چاہیئے ــ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب میں فوراً فرماتے ہیں : مأمورٌ ــــ میں امیر بن کر نہیں آیا میں مامور ہی ہوں، اس قافلۂ حج کے امیر آپؓ ہی ہیں ۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ذمہ یہ کام سپرد کیا ہے کہ آپؓ کی روانگی کے بعد جو چھ آیات نازل ہوئی ہیں، اُن آیات کا اعلانِ عام حج کے مجمع میں حضور ﷺ کے نمائندہ کی حیثیت سے کر دوں۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ ہی بحیثیت امیرِ قافلہ حضور ﷺ کی جانب اعلان فرما سکتے تھے تو یہ ذمہ داری خصوصیت کے ساتھ حضرت علیؓ کے سپرد کیوں کی گئی اس کی وجہ سمجھ لیجئے ــ عرب میں دستور تھا کہ کوئی اہم اور خاص اعلان کسی قبیلہ کے سردار کی عدم موجودگی میں اس کا کوئی قریب ترین عزیز ہی کیا کرتا تھا جو اسی قبیلہ سے تعلق بھی رکھتا ہو ایسی صورت میں اس اعلان کی اہمیت مسلّم ہوتی تھی ورنہ رشتہ داری کے اعتبار سے حضرتِ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے خسر تھے ۔ لیکن آپؓ بنو ہاشم سے نہیں تھے۔ جبکہ ابھی تک قبائلی نظام بڑی حد تک باقی، (INTACT) تھا ۔ چنانچہ حضرت علیؓ چونکہ آپؐ کے قریب ترین عزیز بھی تھے۔ اور قبیلہ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا یہ ذمہ داری حضرت علیؓ کے سپرد کی گئی۔

ایک رعایت : اس کے بعد چھٹی آیت میں مشرکین کے لیے ایک رعایت کا ذکر ہے۔ فرمایا :

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	"(اے نبی ﷺ) اور اگر کوئی شخص مشرکین
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى	میں سے پناہ مانگ کر تمہارے پاس

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سُنے) تو اُسے پناہ دے دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اسے اس کے مامن یعنی مستقل قیام گاہ تک پہنچا دیجئے۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے یعنی ان کو اسلام کے پیغام کی پوری واقفیت نہیں ہے۔)

آیتِ مبارکہ کے ترجمہ ہی سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ مہلت کے چار مہینوں کے اندر کوئی مشرک دین کو جاننے اور سمجھنے کے لیے پناہ طلب کرے تو اُسے پناہ دی جائے، اُسے دین سمجھایا جائے، اگر اس کام میں چار ماہ کی مدّت ختم ہوجائے اور وہ ایمان نہ لائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اُسے اس کی قیام گاہ تک پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں پہنچ کر وہ جو فیصلہ کرے اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ ایمان لے آئے چھوڑ دیا جائے گا۔ ترکِ وطن کرنا چاہے تو راستہ روکا نہیں جائے گا۔ دونوں میں سے کوئی بھی اس کے لیے قابلِ قبول نہ ہو تو اب وہ واجب القتل ہوگا ـــــ یہاں ایک اہم بات سورہ توبہ کی ترتیب کے بارے میں عرض کردوں۔ بات ضمنی ہے اور موضوعِ زیرِ گفتگو یعنی "اسلامی انقلاب کے مراحل" سے اس کا براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے تاہم اس سورہ مبارکہ کی تفہیم کے لیے ضروری ہے۔ اس سورہ مبارکہ کے ابتدائی پانچ رکوع اُس دور یعنی حج ۹ھ کے واقعات و حالات کے سمجھنے کے لیے بہت اہم ہیں۔ ویسے یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ اس حصّہ کو قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی ترتیب میں خاصا الجھاؤ ہے۔ چنانچہ معاملہ یہ ہے کہ اس سورۃ مبارکہ کی دوسرے اور تیسرے رکوع کی آیات زمانی اعتبار سے پہلے نازل ہوئی ہیں جبکہ پہلے رکوع کی آیات بعد میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن اہمیت کے پیشِ نظر ان کو پہلے رکھا گیا ہے۔ پھر چوتھے اور پانچویں رکوع کی آیات اپنے مضمون کے اعتبار سے پہلے رکوع کی آیات کے ساتھ مسلسل اور متصل ہیں ـــ جن لوگوں کے سامنے یہ ترتیب واضح نہیں ہوتی وہ چکّر میں پڑ جاتے ہیں کہ واقعات و حالات کی یہ ترتیب کس اعتبار سے آرہی ہے!

مشرکین کے لیے بیت اللہ میں داخلہ کی ممانعت : مشرکین کے لیے

آئندہ حج کرنے اور بیت الحرام میں داخل ہونے کی ممانعت کا حکم پہلے نازل ہو چکا تھا جو تیسرے رکوع میں آپ کو ملے گا۔ وہاں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا "اے اہلِ ایمان، یہ مشرکین باطنی
اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ نجاست میں مبتلا ہیں، لہٰذا اس
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب
بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ نہ پھٹکنے پائیں۔" (آیت ۲۸ ابتدائی حصہ)

بیت اللہ کی تطہیر اب مکمل ہو گئی۔ لہٰذا آئندہ مشرکین کو حج کی اجازت نہیں ہوگی نہ وہ حرم شریف میں داخل ہو سکیں گے۔

میں انقلابِ محمدی علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کے اس مرحلہ کو MOPPING UP OPERATION سے تعبیر کرتا ہوں۔ یہ وہ مرحلہ ہے کہ جب ہر نوع کی مزاحمت و رکاوٹ (RESISTANCE) ختم کر کے اور آخری وارننگ دے کر جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلامی انقلاب کی تکمیل کر دی گئی۔ اس بات کا اشارہ سورۃ المائدہ کی اس آیت مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ: ۳)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

یہ وہ آیتِ مبارکہ ہے جس کے متعلق یہودی بڑی حسرت کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ اگر اس مفہوم کی کوئی آیت ہمیں عطا ہو جاتی تو ہم اس کے یومِ نزول کو اپنی سالانہ عید کے طور پر مناتے۔

سورۃ المائدہ کی یہ آیت نہایت اہم، عظیم اور مہتم بالشان مطالب و مفاہیم کی حامل ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ اس آیت میں تکمیلِ دین کا اعلان ہے۔ یعنی نوعِ انسانی کو ایک ایسا مستقل اور بھرپور نظامِ زندگی عطا کر دیا گیا ہے کہ جس میں قیامت تک کے لیے بنی نوعِ انسان کے جملہ انفرادی و اجتماعی

مسائل کا نہایت معتدل تفصیلی یا اصولی حل موجود ہے۔ پھر اسی آیت میں اِتمامِ نعمت کا اعلان بھی ہے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ دین مکمل ہو گیا بلکہ نعمت کی تکمیل بھی ہو گئی۔ اور نعمت سے یہاں مراد ہے سلسلۂ وحی اور نبوت و رسالت۔ نبوت و رسالت کا بنیادی مقصد لوگوں تک اللہ کے دین کو پہنچانا اور اپنے قول و فعل سے لوگوں پر حجت قائم کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس یہ کام کر کے دکھایا اور جزیرہ نمائے عرب کی حد تک دین کو بالفعل غالب فرما کر گویا اتمامِ حجت کا حق ادا کر دیا۔ اور اس طرح سلسلۂ نبوت و رسالت بھی اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور اب چونکہ اللہ کا آخری اور مکمل پیغام بنی نوعِ انسان تک پہنچ گیا تھا اور اب اس آخری وحی کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے لے لیا تھا اور دوسری جانب حضورؐ کی ذات میں سلسلۂ رسالت بھی اپنے کمال کو پہنچ چکا تھا اور اس میں مزید کسی اضافے (IMPROVEMENT) کی گنجائش نہیں تھی لہٰذا سلسلۂ وحی اور نبوت و رسالت کو اب ہمیشہ کے لیے منقطع کر دیا گیا ـــ اِس پہلو سے یہ آیت اِتمام و اختتامِ نبوت و رسالت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

انقلابِ محمدیؐ کی تکمیل

فتح مکہ اور معرکہ حنین و اوطاس نیز محاصرۂ طائف کے بعد ـــ بعد میں اہلِ طائف خود ہی مطیع ہو کر مشرف باسلام ہو گئے تھے ـــ اسلامی انقلاب کی تکمیل ہو چکی تھی اور نقشہ یہ بن گیا تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک دینُ اللہ دوسرے تمام باطل نظام ہائے حیات پر غالب و حکمران ہو گیا تھا۔

ـــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ عرب کے جن قبائل نے اسی وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا ان میں مشاورتیں منعقد ہوئیں اور مدینہ میں ان کے وفود کا تانتا بندھ گیا۔ ہر روز کسی نہ کسی قبیلہ کا وفد آتا، سرِ اطاعت خم کرتا تھا اور اسلام قبول کر لیتا تھا۔ گویا کہ اسلام کے خلاف مزاحم قوتوں کا بڑی تیزی سے خاتمہ ہوتا جا رہا تھا ـــ اسلام کا اصل مفہوم ہے فرمانبرداری و اطاعت قبول کرنا۔ فارسی میں اس مفہوم کو 'گردن نہادن' سے اور انگریزی میں 'TO GIVE UP RESISTANCE' اور 'TO SURRENDER' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کیفیت کو سورۃ

النصر میں یوں بیان کیا گیا ہے :

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝	"جب پہنچ چکی اللہ کی مدد اور
وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ	(حاصل ہو گئی) فتح تو تم نے دیکھا لوگوں
فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝	کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے فوج
	در فوج ۔"

اِس طرح جزیرہ نمائے عرب میں بسنے والے تمام عرب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ـــ انقلاب کے اُن چھ کے چھ مراحل سے گزرنے کے بعد انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تکمیل ہو گئی ۔ جن کا ذکر تفصیل سے گزشتہ تقاریر میں آچکا ہے ۔

غیر عرب منکرین و کفّار کا معاملہ

اب آیئے اس مسئلہ کی طرف جسے مَیں نے مؤخر کیا تھا کہ اندرون جزیرہ نمائے عرب جو غیر اسماعیلی آباد تھے ، ان کے ساتھ کیا معاملہ ہُوا ـــ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ لوگ کون تھے ! یہ یہود اور نصارٰی تھے ـــ یہ بنی اسماعیل میں سے نہیں تھے ۔ اس طرح حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہم نسل نہیں تھے ۔ حضرت اسحاق علیہ السّلام جو حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے چھوٹے بھائی تھے ، ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السّلام سے جن کا لقب اسرائیل تھا ، جو نسل چلی وہ اسرائیلی یا بنی اسرائیل کہلائی ۔ یہود و نصارٰی اسی نسل سے تھے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر جا کر یہ دونوں نسلیں مل جاتی ہیں ۔ لیکن چونکہ اسی وقت سے حضرتِ اسماعیل اور حضرتِ اسحاق علیہما السّلام کی رہائش گاہوں میں اتنا بُعد مکانی تھا کہ جس کے باعث علاحدہ علاحدہ دو نسلوں کی حیثیت سے ان کی ذرّیت پھیلی ۔ لہٰذا اسی دور سے یہ جدا جدا نسلیں شمار ہوتی چلی آرہی ہیں ـــ پھر بنی اسرائیل کے پاس پہلے سے آسمانی کتابیں اور صحیفے موجود تھے ۔ یہود کے پاس شریعت کا ایک ڈھانچہ بھی موجود تھا ۔ چاہے ان چیزوں میں تحریف ہو چکی تھی لیکن بہرحال وہ اہلِ کتاب تھے ۔ اور قرآن مجید نے ان کی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے لہٰذا ان کی کیٹگری کو علاحدہ رکھا گیا اور ان کے متعلق سورہ توبہ کی آیت ۲۹ میں احکامات آگئے ۔ فرمایا :

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

(اے مسلمانو!) قتال کرو اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں سے جو نہ اللہ کو مانتے ہیں (جیسا کہ اُس کے ماننے کا حق ہے) اور نہ روزِ آخرت کو اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا اور نہ دینِ حق (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ (اُن سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔"

بنی اسماعیل کے لیے تو دو اختیارات میں سے ایک کو قبول کرنا تھا کہ یا ایمان لائیں یا قتل ہونے کے لیے تیار رہیں — تیسرا اختیار (OPTION) اس کے نتیجہ میں آپ سے آپ بن گیا تھا کہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں، دفع ہو جائیں۔ عرب میں رہتے ہوئے کوئی تیسرا OPTION ان کے لیے نہیں تھا۔ عرب میں کسی نوع کی غیر اللہ کی پرستش نہیں ہو سکتی چاہے وہ اصنام پرستی ہو، چاہے مظاہرِ قدرت کی لیکن بنی اسرائیل کے ساتھ معاملہ مختلف رکھا گیا — اُنہیں رعایت دی گئی اور اُن کے سامنے تین صورتیں رکھی گئیں۔ پہلی یہی کہ ایمان لے آؤ تو ہمارے برابر کے بھائی ہو، کوئی مغائرت باقی نہیں رہے گی۔ حقوق و فرائض میں سب مکمل طور پر مساوی ہوں گے — یہ منظور نہیں تو دوسری صورت یہ ہے کہ چھوٹے بن کر رہو۔ دینِ حق کے غلبہ کو تسلیم کرو، نظامِ اجتماعی اللہ کے دین کے مطابق نافذ و رائج ہوگا (LAW OF THE LAND) اور تمہیں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اور اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کرنا ہوگا — دینُ اللہ کے تحت تم یہودی یا عیسائی ہو کر رہ سکتے ہو۔ تمہارے احوالِ شخصیہ (PERSONAL LAW) میں اسلامی حکومت کوئی مداخلت نہیں کرے گی۔ اس کی اجازت ہے[1]۔ لیکن تم چھوٹے بن کر اور جزیہ ادا کر کے اسلامی حکومت کے تحت رہ سکتے ہو — اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر تیسری صورت قتال کی ہے — اس کے سوا چوتھی شکل کوئی اور نہیں۔

---

[1] یہ بات سورہ بقرہ میں بایں الفاظ پہلے ہی فرما دی گئی تھی کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔

اسی میں ازخود یہ بات بھی مضمر ہے کہ اسلامی حکومت کے حیطۂ اختیار سے نکل کر کہیں اور جگہ جاکر آباد ہوسکتے ہو۔

بین الاقوامی مرحلہ: اصل میں یہی وہ آیت جو بین الاقوامی مرحلہ میں بنیاد بنی ہے کہ بعد میں خلافت راشدہ کے دوران جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فوجیں اعلائے کلمۃ اللہ اور اظہارِ دین الحق کے لیے نکلی ہیں تو وہ یہی تین شرائط (OPTIONS) پیش کرتے تھے۔ ایمان لے آؤ تم ہمارے برابر کے بھائی ہوگے تمہاری تمام املاک جوں کی توں تمہاری ملک میں رہیں گی، ہم کسی کو ہاتھ تک نہیں لگائیں گے۔ ہمارا تمہارا معاملہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے بالکل مساوی ہوجائے گا۔ اگر یہ منظور نہیں کرتے تو تمہیں چھوٹے بن کر رہنا پڑے گا۔ غالب دین اللہ کا ہوگا۔ حکومت اللہ کی ہوگی۔ تم ماتحت رہ کر اور جزیہ دے کر خواہ عیسائی بن کر رہو۔ یہودی رہو، مجوسی رہو، ہندو رہو، سکھ رہو۔ جو چاہو رہو اس کی اجازت ہوگی۔ تمہارے احوالِ شخصیہ میں اسلامی حکومت قطعی کوئی مداخلت نہیں کرے گی۔ لیکن تمہیں چھوٹے ہوکر اور اللہ کے دین کو بحیثیت نظامِ اجتماعی ذہناً قبول کرکے اسلامی حکومت میں رہنے کی اجازت ہوگی۔ لاء آف دی لینڈ اسلام ہی ہوگا۔ اگر یہ دونوں باتیں تمہارے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں تو قتال[۳] کے لیے میدان میں آؤ۔ تلوار ہمارے اور تمہارے مابین فیصلہ کردے گی۔ چوتھی کوئی شکل نہیں ہے۔ تو یہ شرائط درحقیقت اسی آیتِ مبارکہ پر مبنی ہیں کہ:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا
يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ
صٰغِرُونَ ○ (سورۂ توبہ: آیت ۲۹)

اسی آیتِ مبارکہ سے درحقیقت ہماری گفتگو کا تعلق انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بین الاقوامی مرحلہ (INTERNATIONAL PHASE) سے قائم ہوتا ہے جس کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے جمعہ میں گفتگو ہوگی۔ (جاری ہے)

تواضع کے بہتر آداب
- آپ کا بہترین انتخاب
فریشویل
حلوہ جوزی
Freshwel
KARACHI
HALWA
Freshwel
RASGULLA
Freshwel
ایکم (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سفر لندن ——— آخری قسط ——— ارشاد احمد حقانی

بنگلہ دیش کی "جدوجہد آزادی" کے ایک "ہیرو" سے گفتگو

روزنامہ جنگ لاہور ا

س: پندرہ سال گزرنے کے بعد اب آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ نے بنگلہ دیش کی آزادی کے لئے جو جدوجہد کی، وہ اس وقت ایک درست کارروائی تھی؟

جلیل: اس جنگ میں جو کچھ میں نے کیا وہ نیک نیتی اور اخلاص سے کیا گیا۔ ہمیں ان سازشوں کا پتہ نہیں تھا جو پس پردہ کی جا رہی تھیں۔ ہم سپاہی تھے اور سپاہی جو کام کرتا ہے، اخلاص سے کرتا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا، مخلصانہ کیا، لیکن پردہ کے پیچھے کیا تھا، اس کا ہمیں علم نہ تھا۔ ہندوستان تو ۱۹۴۷ء سے ہی پاکستان کو توڑنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کبھی پاکستان کے وجود اور مسلمانوں کے تشخص کو تسلیم نہیں کیا تھا اور جونہی مجیب اور عوامی لیگ نے انہیں موقع دیا، انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ ہمارے دل میں پاکستان کے عوام کے خلاف کوئی جذبات نہیں ہیں۔ آپ انہیں الزام نہیں دے سکتے۔ وہ ان تکلیف دہ حالات میں شامل ہونے پر مجبور کر دیئے گئے۔ میرے نزدیک پاکستان زمین کا ایک ٹکڑا نہیں تھا۔ یہ ایک تصور کا نام تھا ایک تحریک کا نام تھا جس کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایک ریاست قائم کرنا تھا۔ پنجابیوں، بنگالیوں یا پٹھانوں کے لئے نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے۔ اگر ہم پاکستان کو ایک تصور، ایک تحریک سمجھیں، تو یہ آج بھی موجود ہے، لیکن اگر محض زمین کا ایک ٹکڑا سمجھا جائے، تو یہ ٹوٹ چکا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ تصور ٹوٹ چکا ہے۔ مسلمان ایک قوم، ایک امت ہیں اور انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ ہم کہیں بھی ہوں۔ اگر ہمارے دل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جذبہ سے سرشار ہیں تو ہم ہر جگہ ایک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے۔

س: آپ یہ بتلایئے کہ جب آپ غیر سیاسی آدمی ہونے کے باوجود لڑائی میں شامل ہوئے تو آپ کے محرکات عمل کیا تھے اور آپ نے ملک کو تقسیم کرنے کی جدوجہد کی حمایت کیوں کی؟ اس وقت آپ کی سوچ کے عناصر ترکیبی کیا تھے؟

جلیل: دیکھیئے تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ پاکستان کے حکام غلطی نہ کرتے اور ہمارے خلاف طاقت استعمال نہ کرتے تو اس میں کیا ضرورت تھی کہ ہم ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ عوامی لیگ نے کچھ غلط کیا تھا، اسے سزا دی جا سکتی تھی۔ لیکن مارچ ۱۹۷۱ء میں جو آرمی

الیکشن ہوا، اس میں بے گناہ لوگ بھی ملوث ہو گئے ۔ اس نے ہم جیسے لوگوں کو آمادۂ عمل کر دیا ۔

س : اس وقت صرف عوامی لیگ کو کس طرح سزا دی جاسکتی تھی، اس وقت تو عام لوگ ان کے ساتھ تھے اور امتیاز کرنا آسان نہ تھا ۔

جلیل : دیکھیے اگر آپ تفصیلات میں جائیں تو میں عرض کر دوں گا کہ چونکہ مجیب نے انتخاب جیت لیا تھا تو اقتدار اسے منتقل ہونا چاہیے تھا ۔ یہ سب معقول عمل ہوتا جب مجیب کو اقتدار نہ دیا گیا تو مشرقی پاکستان کے لوگوں نے محسوس کیا کہ مغربی پاکستان کا حکمران ٹولہ نہیں چاہتا کہ بنگالی حکومت کریں ۔ میری رائے میں ساری خرابی اقتدار منتقل نہ کرنے سے شروع ہوئی ۔ یہ اس کا حق تھا ۔ بعد میں وہ غلطیاں کرتا تو ہم دیکھتے کہ اس کا علاج کس طرح کرنا ہے ۔ پھر ہم اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ۔

س : کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ دونوں طرف سے غلطیاں ہوئیں ؟

جلیل : ہاں ! میری یہی رائے ہے اور ہندوستان نے ہماری غلطیوں سے فائدہ اٹھایا ۔ یہ واحد ملک تھا جس نے فائدہ اٹھایا ۔ ہمارے عوام آج بھی مصائب کا شکار ہیں ۔ وہی مارشل لاء ہے ۔ بنگلہ دیش اور پاکستان دونوں میں فوجی اور سول بیوروکریسی کا غلبہ ہے عملاً حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ——— !

س : کیا آپ سمجھتے ہیں کہ بنگلہ دیش نے علیحدگی سے کچھ فوائد حاصل کئے ہیں ؟

جلیل : آپ کو فائدے اور نقصان کی تعریف متعین کرنی پڑے گی ۔ متحدہ پاکستان کا مقام اور مرتبہ ختم ہو گیا ہے ۔ یہ نقصان ہم دونوں کا ہوا ہے ۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا میں ہمارا پانچواں نمبر تھا ۔ وہ بھی ختم ہوا ۔ پھر دنیا کے تمام مسلمان ممالک ہماری طرف دیکھتے تھے کہ یہ ایک طاقتور ملک ہے جو اقوام عالم میں مسلمانوں کی مدد کر سکتا ہے ۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی ہم دونوں کا نقصان ہوا ہے

س : آپ بنگلہ دیش سے کب آئے ہیں ؟

جلیل : میں ۱۴ اگست کو آیا ہوں ۔

س : کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اقتصادی لحاظ سے بنگلہ دیش کو علیحدگی سے کچھ فائدہ ہوا ہے ۔ اس وقت یہ کہانیاں عام تھیں کہ بنگلہ دیش کا زرمبادلہ پاکستان کھا رہا ہے ۔ بنگلہ دیش کو کالونی بنا دیا گیا ہے ہماری ہر چیز لوٹی جا رہی ہے ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اقتصادی لحاظ سے آپ آج بہتر پوزیشن میں ہیں ؟

جلیل : آزادی کے بعد بنگلہ دیش اپنے آپ کو ترقی دینے میں قطعاً کامیاب نہیں ہو سکا ۔ اس وقت یہ انتہائی بری حالت میں ہے ۔ ہماری معیشت کا تمام تر دارو مدار غیر ملکی امداد، بالخصوص امریکہ

کی امداد پر ہے۔ ہندوستانی اقتصادی مفادات آج بھی بنگلہ دیش کی معیشت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پٹ سن، ٹیکسٹائل کی صنعت پر ہندوؤں اور ہندوستانیوں کا غلبہ ہے۔ لوگ بنگلہ دیش کو ہندوستان کی منڈی سمجھتے ہیں۔ یہ چیز ہمیں پسند نہیں لیکن ایسا ہے۔

س: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کی مہم میں عوامی لیگ نے مغربی پاکستان کے خلاف جو شکایات کیں، ان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا؟

جلیل: یہ بات درست ہے شکایات ضرور تھیں لیکن ان میں مبالغہ کیا گیا۔

س: کیا آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس پروپیگنڈے کی پشت پر کہ مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کو لوٹ رہا ہے، ہندو ذہن کام کر رہا تھا؟

جلیل: یہ بھی درست ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، ہندو برہمن ازم برصغیر کے لئے ایک خطرہ ہے۔ اور اس کا خاتمہ ہونا چاہیئے، ہندو مسلمان کو مار رہا ہے، سکھ کو مار رہا ہے، وہ نیچ ذات کے ہندو کو بھی مار رہا ہے۔ برصغیر میں امن نہیں ہو سکتا جب تک اونچی ذات کے ہندو کا غلبہ ختم نہیں کیا جاتا وہ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھتے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لئے ہر وقت مصروفِ عمل ہیں۔ شاید ان کی نظر پاکستان پر بھی ہے کہ وہ اسے توڑ ڈالیں گے۔ تو آپ کو بھی محتاط ہونا چاہیئے۔

س: ڈاکٹر رحمٰن سبحان، جیسے لوگ بنگالی دانشوروں کو اعداد و شمار دے رہے تھے کہ کس طرح ہمیں لوٹا جا رہا ہے۔ ان اعداد و شمار کے بارے میں آپ کی رائے کیا تھی اور ہے؟

جلیل: ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا مگر وہ اعداد و شمار پوری طرح درست نہیں تھے۔ لیکن اس وقت ان کا توڑ نہ کیا گیا اور نہ طرزِ عمل کی اصلاح کی گئی۔ آج جب بنگلہ دیش کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کے زمانہ میں نسبتاً خوش اور خوشحال تھے، تو میں ذاتی طور پر اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اس قسم کی خونیں جنگ کی کیا ضرورت تھی۔ جدوجہد آزادی کے ایک کارکن کی حیثیت سے جب میں لوگوں کو موجودہ حالات پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے سنتا ہوں تو میرا ضمیر ملامت کرتا ہے۔

اگر ہم نے اپنے عوام کی حالت بہتر بنانے کے لیے جدّوجہد کی تھی تو ہمارے لوگوں کو آج بہتر خوراک، رہائش اور دوسری چیزیں ملنی چاہئیں اور سب سے بڑھ کر ہمیں ہندوستانیوں کا غلام نہیں بننا چاہیئے۔ ویسے میں آپ کو بتاؤں کہ ہمارے لوگ آج بھی ضرورت ہو تو ہندوستان کی غلامی سے نجات پانے کے لئے خون دینے کے لئے تیار ہیں۔

س: آپ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان مستقبل میں تعلقات کی کیا شکل دیکھتے ہیں؟

جلیل: میں صرف پاکستان اور بنگلہ دیش کی بات نہیں کرتا۔ میری رائے میں پورے برصغیر کے مسلمانوں

کو باہم متحد ہو جانا چاہیئے۔ اگر وہ ایسے کر سکیں تو وہ اسلام کے غلبہ کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ انقلابی اسلام کے علمبردار بنیں اور اس نے عدل اجتماعی اور سماجی انصاف کا جو تصور دیا ہے اس پر سچے دل سے عمل کریں۔ اسلام انسانیت کی بہتری چاہتا ہے۔ اس اسلام پر عمل کیا جائے تو برصغیر کی قسمت بدل سکتی ہے۔

س : آپ کی رائے میں ہندوستانی مسلمان کس طرح پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں سے متحد ہو سکتے ہیں؟

جلیل : کوئی چیز ناممکن نہیں۔ ہم اکٹھے تھے۔ مسلمان توکّل، تقویٰ اور جہاد پر عمل کریں تو کوئی چیز ناممکن نہیں۔

س : ان دنوں آپ کی مصروفیات کیا ہیں!

جلیل : میں نے ۱۹۸۴ء میں "تحریک قومی نجات" قائم کی۔ میں نے تیرہ سال بعد سوشلسٹ پارٹی کے بانی صدر کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ میری تحریک اب "کمبائنڈ ایکشن کمیٹی" کی رکن ہے۔ جس کے گیارہ ارکان ہیں۔ سات نوجوانوں کی تنظیمیں ہیں اور چار دوسری تنظیمیں ہیں۔ ہمارا مقصد ایک اسلامی ریاست کا قیام ہے۔ انتخابات کے ذریعہ نہیں، بلکہ عوامی انقلابی تحریک کے ذریعہ۔ انتخابات کے ذریعہ آپ حکمران طبقات کو اقتدار سے محروم نہیں کر سکتے بلکہ ہر انتخاب موجودہ نظام کو نئی زندگی عطا کر دیتا ہے۔

س : کیا آپ مسلح جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں!

جلیل : نہیں، عوامی تحریک پر۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب لوگ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو کوئی انہیں شکست نہیں دے سکتا۔ ہم بنگلہ دیش میں ۱۰ کروڑ مسلمان ہیں اگر وہ اللہ اکبر کے نعرہ پر آمادۂ جہاد ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ انقلاب لا سکتے ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر ہم عہد کریں کہ ہم صرف اللہ کی غلامی قبول کریں گے، انسانوں کی نہیں تو ہم بڑے سے بڑا معرکہ سر کر سکتے ہیں۔ میرے ساتھ حافظ جی حضور کی پارٹی ہے۔ جماعت اسلامی کے سابق امیر مولانا عبدالرحیم ہیں۔ خلافت ربانی پارٹی ہے، ہمارے درمیان فکری وحدت پائی جاتی ہے۔ یہ تمام قوتیں اب متحرک ہو رہی ہیں اور بنگلہ دیش میں ایک بڑی طاقت بن رہی ہیں میں اس کے مستقبل کے بارے میں بڑا پُرامید ہوں۔

س : آپ کا یونیورسٹیوں میں بھی کوئی اثر ہے؟

جلیل : ہاں! وہاں ہمارا اثر بڑھ رہا ہے۔ سوشلزم سے بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ چین اور روس سے نوجوان مایوس ہو رہے ہیں۔ جماعت اسلامی ہمارے ساتھ نہیں ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ وہ انتخابات کے ذریعہ اسلامی مملکت قائم کر سکتے ہیں۔

(نشست ۳۸)

الہدیٰ

تعمیر سیرت کی اساسات اور قرآن کا انسان مطلوب

سورۂ مومنون اور سورۂ معارج کی روشنی میں

(مباحثِ عمل صالح)

ڈاکٹر اسرار احمد

کے ٹیلیویژن کے دروس کا سلسلہ

(۶)

السلام علیکم ــــ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ــــ امّا بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ٥ وَالَّذِیْنَ
هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ٥ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ
یُحَافِظُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ٥

صدق اللّٰہ العظیم ــــ !

محترم حاضرین و معزز ناظرین!

مطالعۂ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا سلسلہ وار درس ان مجالس میں ہو رہا ہے۔ اس کے دسویں سبق کے ضمن میں آج ہماری یہ آخری نشست ہے ۔ یہ سبق جو سورۂ مومنون کی ابتدائی گیارہ آیات اور ان کی مشابہ اور ہم مضمون آیات سورہ معارج کی آیات ۱۹ تا ۳۵ پر مشتمل ہیں ۔ ان میں انسان کی انفرادی، سیرت و کردار کی تعمیر کے لیے ایک سات نکاتی پروگرام اللہ تعالیٰ نے پیش فرمایا ہے ۔ اوّلین نقطہ اور اہم ترین نقطہ اقامۃ الصلوٰۃ دوسرا فعل الزکوٰۃ ۔ تیسرا اعراض عن اللغو ۔ چوتھا ضبط نفس یعنی جنسی جذبے پر قابو یافتہ ہونا ۔

اس لائحہ عمل کے آخری تین اوصاف ہیں ۔ نمبر ایک: امانت کی پاسداری ۔ نمبر دو: ایفائے عہد نمبر تین : اپنی شہادتوں پہ قائم رہنا ۔

اب اگر آپ ایک خاص اعتبار سے غور کریں گے (تو اس نتیجہ پہ پہنچیں گے) کہ پہلے تین اوصاف کا تعلق ہے ایک شخص کی اپنی ذات کے ساتھ ۔ کوئی دوسرا شخص ان سے متعلق نہیں ہوتا ۔ نماز کو قائم رکھنا، بیکار اور بے مقصد باتوں سے اعراض ہے، خرچ کرنا ہے اللہ کی راہ میں دینا ہے ۔ یہ تو خالص ذاتی نوعیت کے اوصاف ہیں ۔ چوتھا وصف وہ تھا کہ جس پہ انسانی تمدن کی صحت کا دار و مدار ہے ۔ اس لئے کہ انسانی تہذیب و تمدن کے لئے جڑ اور بنیاد ہے خاندان کا ادارہ ، عائلی زندگی ۔ عائلی زندگی اور خاندان کے ادارے کی صحت اور استحکام کا دار و مدار ہے (اس پہ) کہ انسان اپنے جنسی جذبہ پہ قابو اور ضبط رکھتا ہو ۔ اسے کسی غلط رخ پر نہ پڑنے دے

اب جو آخری تین اوصاف ہیں جن پر آج ہمیں اجمالاً گفتگو کرنی ہے، ان کا تعلق ہے انسان کی اجتماعی زندگی کی اس سطح سے جسے ہم ملی اور سیاسی زندگی کہتے ہیں ۔ حکومت کا نظام ، نظام مملکت قومی و ملی معاملات ۔ اس ضمن میں آپ دیکھیں گے کہ تین اوصاف ہیں جو نہایت ضروری ہیں ۔ سب سے پہلا وصف ہے امانت داری ـــــ دوسرا وصف ہے ایفائے عہد ـــــ امانت داری اور پاس عہد، اس کا ذکر سورہ معارج میں بھی ہے اور سورہ مومنون میں بھی ہے ۔ اور دونوں جگہ ایک شوشے کے فرق کے بغیر الفاظ بعینہٖ وارد ہوئے ہیں :۔

وَالَّذِيْنَ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ امانتداری اور ایفائے عہد کے مابین جو تعلق و ربط ہے اور ان کی جو اہمیت ہے وہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے ۔ اس حدیث کے راوی ہیں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلسل دس برس تک حضورؐ کے خادم خاص رہے ہیں ۔ اور اس کو روایت کیا ہے امام بیہقی رحمہ اللہ نے ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قلما : خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان قال

"شاذ ہی کبھی ایسا ہوا ہوگا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ارشاد فرمایا ہو اور اس میں یہ الفاظ آپؐ نے نہ فرمائے ہوں"!

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہٗ ۔

"جس میں امانت داری کا وصف نہیں ہے، اس میں کوئی ایمان نہیں ہے ۔
اور جس میں پاس عہد نہیں ہے، ایفائے عہد کا وصف نہیں ہے اس کا
کوئی دین نہیں ہے ۔

اس لئے کہ ایمان کا امانت داری سے گہرا رشتہ ہے ۔ دونوں کا مادّہ ہی ایک لفظ ہے ۔ امن سے ہی لفظ امانت بنا اور اسی سے ایمان بنا ۔ یہ لازم و ملزوم ہیں ۔ ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ ایمان ہے تو امانت کا وصف بھی ہوگا ۔ اگر امانت کا وصف نہیں ہے تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فتویٰ مبارک کی رو سے ایمان بھی نہیں ہے ۔ حقیقی و قلبی ایمان ۔۔۔ اسی طرح دین تو اصل میں نام ہے بندے اور رب کے مابین ایک عہد و معاہدہ کا ۔ ہم نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی جو مرکزی آیت ہے اسے جب پڑھتے ہیں : اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " اے رب ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہیں گے " تو یہ ایک قول و قرار ہے، یہ ایک معاہدہ ہے، یہ ایک میثاق ہے اللہ کے ساتھ ۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جو شخص انسانوں کے ساتھ کئے گئے عہد نہیں نباہ سکتا، جو انسانوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے نہیں کر سکتا ۔ ظاہر بات ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کیا ہوا اتنا بڑا معاہدہ، پوری زندگی کے لئے کیا ہوا عہد کیسے نباہے گا ۔ اسی لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : لا دین لمن لاعہد لہ ایسا شخص حقیقی دین سے تہی دست ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایفائے عہد کے ضمن میں ہمارے اس منتخب نصاب کا جو دوسرا درس تھا اس میں اس پر تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے ۔ وہاں الفاظِ مبارکہ آئے تھے : والموفون بعھدھم اذا عاھدوا " اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب کہ باہم کوئی معاہدہ کر لیں " ۔ اور میں نے اُس وقت تفصیل سے عرض کیا تھا کہ ہمارے جتنے بھی بین الانسانی معاملات ہوتے ہیں ان سب میں کوئی نہ کوئی معاہدہ کارفرما ہوتا ہے ۔ جیسے آجر اور اجیر کا تعلق ہے ۔ اسی طرح اگر EMPLOYER & EMPLOYEE RELATIONSHIP ہے تو یہ سب کسی نہ کسی معاہدہ پر قائم ہوتے ہیں ۔ اگر کوئی شخص کہیں عارضی یا مستقل ملازمت کر رہا ہے تو ملازم رکھنے والے اور ملازمت کرنے والے کے مابین کوئی قول و قرار ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ شادی بھی ایک معاشرتی معاہدہ ہے ۔
امانت داری اور ایفائے عہد کا ذکر سورہ مومنون اور معارج دونوں میں آیا ہے ۔

لیکن سورہ معارج میں ایک تیسری چیز کا اضافہ کیا گیا ہے : والذین ھم بشھٰدتھم قآئمون ○ " وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں"۔ غور کیجیے کہ اس کا ذکر سورہ مومنون میں کیوں نہیں آیا! یہ وہ واحد مثال ہے کہ جب ہم نے دونوں مقامات کا تقابلی مطالعہ کیا تو صرف یہ ایک چیز ہے جس کا ذکر ہمیں سورہ مومنون کی ابتدائی گیارہ آیات میں نہیں ملتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت شہادت بھی ایک امانت ہے۔ اگر کسی وقوع کے وقت آپ موجود تھے۔ کوئی واقعہ ہوا ہے، کسی نے کسی پر دست درازی کی ہے، کسی نے کسی پر کوئی ظلم کیا ہے۔ کسی نے کسی کو قتل کیا ہے۔ کوئی دوسرا حادثہ ہوا ہے۔ اگر آپ وہاں موجود تھے تو آپ کی وہاں موجودگی کی بنا پر جو شہادت آپ کے پاس ہے وہ معاشرہ، قوم وملت اور ملک کی ایک امانت آپ کے پاس ہے۔ اگر آپ اسے چھپاتے ہیں تو آپ اس امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ لہٰذا قرآن حکیم جو چیز کسی فعل میں آپ سے آپ مضمر ہوتی ہے اس کا ذکر نہیں کرتا اور کہیں اس مضمر شے کو بھی عیاں کر دیتا ہے، نمایاں کر دیتا ہے۔ چنانچہ شہادت بھی درحقیقت ایک امانت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کے تصور کو اتنی وسعت دی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ان المجالس بالامانات " مجالس بھی امانتوں پر قائم ہیں"۔ کسی محفل میں کوئی بات ہو رہی تھی، آپ بھی اس میں موجود تھے۔ آپ نے کوئی بات وہاں سنی اور کہیں اور جا کر بیان کر دی جب کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی تو یہ خیانت ہے۔ آپ نے کسی محفل کی بات کو جا کر اگر کہیں اور نقل کر دیا تو غیر شعوری یا شعوری طور پر بات میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے اور منشا کے خلاف بھی بیان ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ بات کہنے والے کے صحیح مفہوم کو سمجھ نہ پائے ہوں۔ تو نہ معلوم اس سے کتنے فتنے اٹھنے کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ اور یہی بے احتیاطی بعض لوگوں کے خلاف بعض کو بدظنی اور بدگمانی میں مبتلا کرنے کا سبب بن جائے اور دلوں میں کدورت اور رنجش ڈیرہ ڈال لے تو کسی مجلس میں، کسی محفل میں آپ شریک ہیں تو وہاں کی باتیں آپ کے پاس ایک امانت کے طور پر ہیں جن کی آپ کو حفاظت کرنی ہے ــــ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المستشار مؤتمن ــــ جس سے کوئی مشورہ طلب کیا جاتا ہے گویا اس کے پاس بھی ایک امانت رکھوائی گئی ہے۔ مشورہ طلب کرنے والے نے آپ پر اپنا اعتماد ظاہر کیا ہے۔ اب اگر آپ دیانتاً جو رائے رکھتے ہیں وہ کچھ اور ہے کہ مجھے صحیح مشورہ یہ دینا چاہیئے اس کے لئے یہ بات مفید ہے لیکن آپ کسی مصلحت سے

اپنی اس دیانت دارانہ رائے کو چھپا کر کوئی اور رائے ظاہر کرتے ہیں تو آپ نے اس کی امانت میں خیانت کی۔ یہ معاملہ بھی جیسا کہ میں نے عرض کیا شہادت کا ہے۔

سورہ بقرہ میں ایک بڑی اہم آیت ہے جس کے درمیان میں فرمایا گیا ہے وَمَنْ اظلم مِمَّنْ کَتَمَ شَہَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ "اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا کہ جس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی شہادت ہو اور وہ اسے چھپائے" اس فرمانِ الٰہی اور امانت و شہادت کے حوالہ سے میں چاہوں گا کہ امتِ مسلمہ کا جو فرضِ منصبی ہے اسے سمجھئے۔ ہمارے پاس اللہ کا کلام ہے۔ ہمارے پاس اللہ کی ہدایت ہے۔ ہمارے پاس اللہ کا قانون ہے۔ ہمارے پاس اللہ کی شریعت ہے۔ ہمارے پاس اللہ کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضورؐ کی احادیث ہیں۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ کامل صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ تمام امانتیں ہیں جن کو ادا کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے کاندھوں پر رکھی گئی ہے ان امانتوں کو ادا کرنا پوری امتِ مسلمہ کا فریضہ ہے۔ اس لئے کہ یہ پوری نوعِ انسانی کے لئے ہیں صرف ہمارے لئے نہیں ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا وصف رسولِؐ امینؑ ہے۔ امانت دار رسولؐ جن کے پاس پیغام ربانی آیا اور انہوں نے اسے بلاکم و کاست لوگوں تک پہنچا دیا۔ امانت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلے امین ہیں۔ اس پیغام کے، ان کا لقب بھی ہے رسول امین۔ دوسرے امین ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جبرئیلؑ نے یہ امانت پہنچائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ حضورؐ نے یہ امانت پہنچا دی امتِ دعوت کو ــــ اور اسی کو ہم یوں تعبیر کریں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی گواہی دے دی۔ امت کے سامنے۔ توحید کی گواہی دی۔ اپنی رسالت کی گواہی دی۔ قرآن کی حقانیت کی گواہی دی۔ دین و شریعت کے اوامر و نواہی اور ہر فعل و عمل کی گواہی دی قولاً بھی اور عملاً بھی۔ اب اس امانت اور اس شہادت کو ادا کرنے کی ذمہ داری کا بوجھ امتِ مسلمہ کے کاندھوں پر عائد ہوتا ہے۔ جس کا ہر وہ شخص ایک فرد اور رکن ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور کہلوتا ہے۔

ہمارا فرضِ منصبی یہ قرار دیا گیا ہے کہ ہم شہادت دیں اس حق کی، اس دین کی، اس توحید کی اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی کہ جن کے توسط سے ہمیں یہ الھدیٰ اور یہ الحق ملا ہے۔ اس موقع پر علامہ اقبال کا یہ مصرع بے اختیار میری زبان پر آجاتا ہے کہ:

۲۔ دے تو بھی محمدؐ کی صداقت کی گواہی

یہ گواہی ہمیں دینی ہے قولاً اور یہ گواہی ہمیں دینی ہے عملاً اور فعلاً - یہ گواہی ہم نے دینی ہے اپنی گفتگو سے، دعوت و تبلیغ سے، اپنی قوتِ بیانیہ سے - یہ گواہی ہم نے دینی ہے اپنے قلم سے، مدلّل مضامین و مقالات سے اور ہمیں یہ گواہی دینی ہے اپنے کردار اور اپنی سیرت سے ـــ یہ اگر ہم نہیں کرتے تو ہم کتمانِ شہادت کے بہت بڑے مجرم ہو رہے ہیں: ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ ط

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ اس آیت سے چند آیات بعد سورہ بقرہ میں امتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی بایں الفاظ مبارکہ بیان ہوا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط

ہم نے تمہیں ایک بہترین امت، درمیانی امت، امتِ وسط بنایا ہی اس لئے ہے کہ تم ہو جاؤ گواہ پوری نوعِ انسانی پر اور رسُول گواہ ہو جائیں تم پر ۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اہم مضامین قرآن مجید میں کم از کم دو جگہ ضرور آتے ہیں - ہمارے یہ درس ان مجالس میں قریباً چھ ماہ سے چل رہے ہیں۔ میں نے آج کی اس مجلس کو ملا کر چھ نشستوں میں سورۂ مومنون کی گیارہ اور سورہ معارج کی سترہ آیات کا باہمی تقابل کیا ہے - اسی کی ایک مثال اور جان لیجیے۔ سورۂ مومنون سے متصلاً قبل سورہ حج ہے۔ سورۂ مومنون کی پہلی آیت ہے : قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اور سورۂ حج کی جو آخری آیت ہے اس میں اسی شہادت علی الناس کا ذکر ہے۔ مسلمانوں سے خطاب فرما کے کہا جا رہا ہے - وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ط ھو اجتبلکم ' اللہ کی راہ میں محنتیں کرو مشقتیں کرو، ایثار کرو، قربانیاں دو، جان و مال کھپاؤ۔ مجاہدہ کرو جیسا کہ اس کی راہ میں جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے - امورِ نبوت کا وارث تمہیں بنا دیا - کتاب الٰہی کا وارث تمہیں بنا دیا۔ اللہ نے اپنی عظیم ترین امانت تمہارے سپرد کی ہے - اب اس کا حق ادا کرو ـــ اور اسی آیت میں ایک SUB-ORDINATE CLAUSE کے بعد الفاظ آئے - لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ "تاکہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ بن جائیں تم پر اور تم گواہ بن جاؤ پوری نوعِ انسانی پر"ـــ

تو یہ ہے اجتماعی (COLLECTIVE) ذمہ داری پوری امتِ مسلمہ کی جو شہادت کے اس لفظ کے حوالہ سے ہمیں جان لینی چاہیئے اور اسے اچھی طرح ذہن نشین اور قلب پر ثبت کر لینا چاہیئے۔

ان آیات کے ذریعے تین اوصاف پاسِ امانت، پاسِ عہد اور شہادت کی ادائیگی ہمارے سامنے آئی۔ بعدہ سورۂ مومنون اور سورہ معارج دونوں میں اوّلین اور اہم ترین وصف یعنی اقامتِ صلوٰۃ اور اس کی حفاظت کے وصف کا اعادہ فرمایا گیا ــــ پھر سورۂ مومنون میں فرمایا گیا: اولٰٓئِكَ ھُمُ الوارثون ۝ الذین یرثون الفردوس ط ھم فیھا خٰلدون۔ اور سورہ معارج میں ارشاد ہوا۔ اولٰٓئِكَ فی جنّٰت مکرمون۔ یہ ہیں وہ لوگ جو جنت الفردوس کے وارث بنیں گے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کا اعزاز و اکرام ہوگا جنتوں میں ــــ آج کی اس مجلس میں اس سبق کا اختتام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوصاف کو اپنی شخصیتوں میں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی جنّت میں داخل ہونے والوں میں شامل کر دے۔ آمین یا ربّ العٰلمین ــــ

اب اگر آج کی گفتگو سے متعلق کوئی سوال ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال وجواب

سوال: ڈاکٹر صاحب! ان آیات میں جنّت کی وراثت حاصل کرنے کا ذکر موجود ہے۔ براہ کرم ذرا تفصیل سے بتائیے کہ جنّت کا صحیح تصور کیا ہے!

جواب: قرآن مجید میں جنت و دوزخ کی بہت تفاصیل وارد ہوئی ہیں۔ ہمیں ان سب کو اجمالاً ماننا ہے۔ ہمارا قرآن مجید پر جو ایمان ہے یہ اس کا لازمی تقاضا ہے۔ البتہ ان کی اصل حقیقت کو اس عالم میں رہتے ہوئے ہم نہیں جان سکتے۔ یہ عالمِ آخرت کی حقیقتیں ہیں۔ ان کا ایک اجمالی تصوّر تو ہمیں دے دیا گیا ہے اور انہیں مانتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی حدیثِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ جنّت کی نعمتیں وہ ہیں کہ: ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ــــ "جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ان کا خیال بھی کسی انسان کے دل میں کبھی آیا"۔ لہٰذا اس حقیقت کے اعتبار سے ہمیں انتظار کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنّت میں داخل فرمائے۔ تو ہمیں معلوم ہو کہ وہاں کی نعمتیں کیا ہیں!

سوال: ڈاکٹر صاحب! ان آیات میں انسانی شخصیت کا جو اعلیٰ تصور ملتا ہے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک آفاقی تصور ہے؟

جواب: آپ نے بہت ہی عمدہ بات سوال کے انداز میں کہی ہے۔ یقیناً اسلام کا ہر تصور آفاقی ہے۔ اس لئے کہ زمان و مکان، زبان و نسل اور خون و رنگ کی تمام بندشوں اور حدود سے بالا و بلند اور ورا ہے وہ پروگرام جو قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید پوری نوع انسانی کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتا ہے تو خطاب کرتا ہے: یٰاَیُّھَا النَّاس۔ (اے لوگو! اے بنی نوع انسان) سے۔ یہ لائحہ عمل جس کا ہم نے چھ مسلسل نشستوں میں مطالعہ کیا ہے۔ یہ درحقیقت انسانی سیرت و کردار کی صحیح رُخ پر تعمیر کے مسلّمہ اصول ہیں اور یہ یقیناً ایک آفاقی پروگرام ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! اگر ایک شخص کی سیرت مطلوبہ معیار پر پوری نہیں اترتی تو اس کی ذمہ داری معاشرے پر عائد ہوگی یا افراد پر؟

جواب: میرا یہ خیال ہے کہ بالعموم ذمہ داری دونوں ہی پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جس طریقہ سے ایک پودے کی صحیح نشوونما پانے کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ ایک یہ کہ بیج خود درست ہو۔ دوسرے یہ کہ اسے زمین صحیح ملے اور فضا سے اسے صحیح غذا ملے۔ اسی طرح انسانی شخصیت کا صحیح رخ پر پروان چڑھنے کا دارومدار ان دو چیزوں پر ہے۔ ایک یہ کہ انسان کی اپنی محنت ہے، سعی ہے، جدوجہد ہے، کوشش ہے اور دوسرے یہ کہ معاشرے سے، ماحول سے اسے اس سلسلہ میں صحیح و مناسب تعاون میسّر آ رہا ہے ——— اب یہ بات ہر INDIVIDUAL CASE (انفرادی معاملہ) میں دیکھنے کی ہوگی کہ کس میں کمی کس چیز کی رہی ہے اور کس حد تک رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب حساب لے گا تو چونکہ اللہ تعالیٰ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ہے۔ وہ ہر چیز کا کامل علم رکھنے والا ہے۔ لہٰذا وہ رؤف و عادل ہستی تمام عوامل کو سامنے رکھ کر ہی فیصلہ فرمائے گی۔

حضرات! ان سوالات و جوابات کے بعد ہمارے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا یہ دسواں درس جس پر ہم نے چھ نشستوں میں گفتگو کی ہے ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوصاف کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے کی ہمت عطا فرمائے اور قرآن مجید جسے فلاح کہتا ہے۔ ہمیں اس سے ہمکنار فرمائے اور آخرت میں ہمیں جنت میں داخل ہونے والے خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

انقلابی جماعت کی تربیت

(سفرِ تبوک کی روشنی میں)

محمد یعقوب (گوجرانوالہ)

تنظیم اسلامی نے اسلامی انقلاب کے لئے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مراحل انقلاب اخذ کر کے اپنی تقاریر و تحاریر کے ذریعے ہم تک پہنچائے ہیں ان میں ایک مرحلہ 'تربیت' کا بھی ہے۔ اور اگرچہ ان چھ مراحل میں "تربیت" کا نمبر تیسرا ہے لیکن بوجوہ پہلے اسی پر اظہارِ خیال کر رہا ہوں۔

کسی بھی عملی کام کے لئے اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لئے مجھے کوئی مثال دینے کی ضرورت نہیں۔ مثالیں روزمرہ زندگی میں چاروں طرف بکھری پڑی ہیں اور پھر کام جس قدر اہم، مشکل اور کڑا ہو گا تربیت اسی لحاظ سے طویل اور کڑی ہو گی۔ "اسلامی انقلاب" جیسے عظیم الشان کام کے لئے ظاہر ہے ایک طویل اور صبر آزما تربیت سے گزرنا لابدی ہے۔ اگرچہ افہام و تفہیم کے لئے اسلامی انقلاب کے چھ مراحل کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ باہم مربوط اور پیوستہ ہیں۔ نعرۂ دعوت بلند ہوتے ہی یہ سب مراحل یا کم از کم پہلے پانچ مراحل یعنی دعوت، تنظیم، تربیت، تصادم اور صبر محض فوراً ہی شروع ہو جاتے ہیں۔ بلالؓ کو مار پڑ رہی ہے وہ جھیل رہے ہیں اور دوسرے صحابہؓ کے دلوں پر اگرچہ آرے چل رہے ہیں لیکن حکم ہے جوابی کارروائی کی اجازت نہیں —— گویا اس بات کی تربیت دی جا رہی ہے کہ اطاعت کرنا سیکھو۔ امیرؐ کے حکم کے بغیر کوئی اقدام نہ کرو۔ اپنی غیرت اور جوش کو فی الحال دباؤ۔ تمہیں تیغ زنی اور قدر اندازی کا پورا پورا موقع فراہم کیا جائے گا۔ تم صرف مشرکین مکہ کے خلاف لڑنے کو نہیں اٹھے۔ ابھی تو قیصر و کسریٰ کی رزم گاہیں آئیں گی جہاں لاکھوں کے تعداد لشکر تمہارے مقابل ہوں گے اس لئے سرِدست ماریں کھانا، شدائد برداشت کرنا اور امر کی اطاعت کرنا سیکھو —— حضرت یاسرؓ اور ان کی بیوی کو مشرک درندوں نے پھاڑ کھایا، حضرت ابوبکرؓ صدیق الملت کو کعبہ کی دیواروں کے سایہ میں اس قدر مار پیٹی کہ چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ اس پر ان کا قبیلہ مشتعل ہوا تو فرمایا اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔ آپ اسے صبر محض بھی کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اصلاً یہ تربیت ہے شدائد سہنے کی اور اطاعت امیر کی ــــــ تو گویا تربیت تو پہلے قدم کے ساتھ ہی شروع ہو گئی۔ پھر حکم ہوا ہجرت کا جو حبشہ کی طرف اس کی اور بھی حکمتیں ہوں گی لیکن ایک اہم پہلو اس میں بھی تربیت ہی کا تھا کہ اپنی محبتوں کو چھوڑنا سیکھو۔ اپنے رشتے ناطے منقطع کرنا سیکھو۔ ان بتوں کو توڑے بغیر کعبہ میں رکھے بت نہیں ٹوٹا کرتے ــ

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ

اب میں آتا ہوں غزوۂ تبوک کی طرف جہاں یہ "مرحلۂ تربیت" اپنے نقطۂ کمال کو پہنچا۔ اس سے پہلے اگرچہ بدر و احد و خندق کے شدائد گزر چکے تھے جہاں سرورِ عالم ہادیٔ آخر و کامل صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تربیت یافتگان کو آزما چکے تھے لیکن شاید ابھی ضرورت تھی کہ اس جماعتِ صحابہؓ کو تیرِ بے خطا اور تیغِ بے پناہ بنانے کے تربیت کی آخری کٹھالی سے گزارا جائے۔ خاص طور پر ان صحابہ کو جو غزوۂ احزاب کے بعد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔

اب ذرا چشمِ تصور میں لائیے وہ سارا ماحول جس میں حکم ہوا کہ سفرِ تبوک کی تیاری کرو۔ ہمارے ہاں تو ملتان، جیکب آباد اور سبی کی گرمی کو دیکھ کر یار لوگوں نے لطیفے تک تخلیق کر ڈالے لیکن عرب کی صحرائی گرمی الامان والحفیظ ــــــ سورج گویا سوا نیزے پر کھڑا ہے۔ صحرا کی مٹی ملی باریک ریت بھوبھل کی طرح دہک رہی ہے۔ بادِ سموم سے دم اکھڑتا ہے۔ لاکھوں ٹن مٹی کو اپنے دامن میں لیے صحرائی بگولے پُر ہول گڑگڑاہٹ پیدا کرتے جب قافلوں کی طرف بڑھتے تھے تو انسان تو انسان اونٹ تک منہ کے بل گرتے تھے اور بارہا ایسا ہوا کہ سارے کا سارا قافلہ ہمیشہ کے لیے لاکھوں ٹن ریت میں دفن ہو گیا۔ یہ ہے وہ سفر جس کا حکم دیا جا رہا ہے، ناکافی سواریاں، ناکافی سامانِ خورد و نوش اور ناکافی سامانِ حرب کے ساتھ۔ دوسری طرف مدینہ کے باغوں کی ٹھنڈی اور گھنیری چھاؤں، کھجوروں کے پکے ہوئے وزنی خوشے گویا ٹپک پڑنے کو تیار!

ع تپتی راہیں مجھ کو پکاریں دامن پکڑے چھاؤں گھنیری

یہی نہیں کہ پکی اور گدرائی ہوئی فصل سے ہاتھ اٹھا لو بلکہ حکم ہوتا ہے گھروں کا مال بھی لاؤ۔ اب جو پہلے ہی تربیت کی حدِ کمال کو چھو رہے تھے، کُل کا کُل اثاث البیت سمیٹ لائے ــــــ ارشاد ہوا ابوبکرؓ گھر کے لیے کچھ! عرض کیا بہت کچھ بلکہ سب کچھ۔ جہاں اللہ اور اللہ کا رسولؐ ہوں وہاں متاع الدنیا کی کیا حاجت۔ چہرہ روشن ہو تو حاجتِ گلگونہ فروش! عمرؓ کہ عدل و قسط میں تربیت کی

معراج پر تھے بھیل آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ آئے اور آدھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تو غنی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ سونے اور چاندی سے رسول اللہ کی جھولی بھر دی۔ اتنا مال دیا اتنا مال دیا کہ فرطِ مسرت سے حضورؐ کا چہرہ مبارک دمک اٹھا — اس لئے نہیں کہ مال آیا تھا بلکہ اس لئے کہ رسول کی تربیت کا مال آیا تھا۔ یہ تھی عملی تفسیر لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کی اور یہی زندہ تفسیر اَلَّذِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ کی۔ ان روشن مثالوں کی دیکھا دیکھی حضورؐ کی تشویق و ترغیب اور خود صحابہؓ کا اپنا جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ — مسجد نبوی میں ڈھیر لگ گئے — منافقین کے سینے بھنچتے تھے کہ یہ لوگ کیوں اپنے مال کا دریغ نہیں کرتے — کیوں اپنے ہاتھوں کی برسوں کی کمائی اپنے ہی ہاتھوں لٹائے جاتے ہیں۔

مال کا جہاد ختم ہوا تو باہر کھلی جگہ پر لشکر گاہ قائم ہوئی۔ چاروں طرف سے مجاہدین جوق در جوق پہنچنے لگے۔ مال تو وہ پہلے ہی دے چکے تھے۔ اب محبتیں چھوڑنے کا وقت آیا۔ سابقون الاوّلون تو صبر و استقامت کے پہاڑ تھے۔ ہزاروں ایسے بھی ہوں گے جو اس کڑی تربیت سے پہلی بار گزر رہے تھے — کسی کا پہلوٹھی کا بچہ آغوشِ مادر میں کلکاریاں مار رہا تھا — کوئی اپنی ماں سے رخصت طلب کر رہا تھا، ماں ماتھا چوم کر کہتی جا بیٹا جنگ مردوں کا کھیل ہے اور بیٹے کے رخصت ہوتے ہی اللہ کے حضور جھولی پھیلا دیتی کہ اے ربِ کریم میرے بیٹے کو قبول فرما، کسی کی نوبیاہتا بیوی دامن گیر ہوئی کہ ابھی تو چند روز گزرے ہیں۔ کسی کی بچی ٹانگوں سے لپٹ گئی کہ ابا کہاں جاتے ہو! پھر کب آؤ گے! کسی کے بوڑھے کمزور باپ نے اپنے کڑیل جوان بیٹے کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا چل میں تجھے لشکر گاہ تک چھوڑ آؤں۔

منافقین ٹھٹھا کرتے اور کبھی ناصحِ مشفق کا روپ دھارتے کہ صحرا تو تنور بنا ہوا ہے۔ ایسی گرمی میں نہ نکلو — ایک طرف اپنے بستے بساتے، دلوں کی طرح دھڑکتے آباد گھر تھے جو دلوں کو کھینچے لئے جاتے تھے اور پرے منافقین دلوں میں وسوسے ڈالتے تھے۔ لیکن اہلِ ایمان نکلے۔ محبتوں کی ان زنجیروں کو توڑتے ہوئے، ان وساوس کو جھٹکتے ہوئے، گھروں سے، دالانوں سے، کھیتوں سے کھلیانوں سے، باغوں سے راغوں سے — کوئی کرکٹ میچ دیکھنے نہیں، کسی میلے میں موج میلہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ایک طویل، کڑے اور تھکا دینے والے سفر پر جس کے اختتام پر آرام دہ منزل نہیں بلکہ اس وقت کی سپر پاور کا لشکر جرار تھا جہاں

زندگی اور موت کا معرکہ لڑا جاتا تھا۔

اب یہاں پر ایک بات سامنے آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اطلاع ہی یہ ملی تھی کہ رومیوں کا لشکر سرحد پر جمع ہو رہا ہے۔ آپؐ نے تو بحیثیت سربراہ مملکت بحیثیت سالار اعظم اور بحیثیت رسول اللہ اس کی خوب خوب تیاری کرنا ہی تھی۔ لہٰذا آپؐ نے کی لیکن سب جانتے ہیں کہ لڑائی نہیں ہوئی ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر عالم غیب نہیں تھے لیکن خدائے علیم و خبیر کے علم میں تو ازل سے تھا کہ لڑائی نہ ہوگی لیکن ادھر سے بھی حکم آرہا ہے۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ۔۔۔۔۔۔ نکلو ہلکے ہو یا بھاری ۔۔۔ طبیعت آمادہ ہے یا نہیں ۔۔۔ سامانِ جنگ رکھتے ہو یا نہیں۔ زاد راہ ہے یا خالی ہاتھ ہو ۔۔۔ ماں بیمار ہے یا تندرست ۔۔۔ بیوی علیل ہے یا بچے ۔۔۔ باپ بوڑھا ہے یا نہیں ۔۔۔ بس نکلو، ہر حال میں نکلو ۔۔۔ سارے بندھن توڑ کے نکلو ۔۔۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہ اجتماعی تربیت کے لئے تھا۔ اس کے یقیناً اور بھی مضمرات اور حکمتیں ہوں گی ۔۔۔ لیکن ایک بڑا مقصد یقیناً تربیت تھا کہ لوگوں کو گھروں کے پرامن اور آرام دہ ماحول سے نکالا جائے ان سے محنتیں چھڑوائی جائیں۔ انہیں طویل سفروں اور شدید موسموں میں ڈالا جائے تاکہ وہ تپ کر کندن ہو جائیں۔

یہ ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا اندازِ تربیت ۔۔۔ محض خانقاہی ریاضتیں یا طویل تقریریں نہیں طویل سفر ۔۔۔ ہوادار اور ٹھنڈے ہال نہیں دہکتے ہوئے صحرا ۔۔۔ انہی تربیت یافتگان کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں بھک سے اڑ گئیں۔

ع چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دروس اور تقاریر
کے کیسٹ اب جدہ میں بھی دستیاب ہیں

طارق اسٹوڈیو متصل مکہ ہوٹل ٹیلیفون: ۶۴۲۲۰۴۴
بنی مالک

رفتارِ کار

امیرِ تنظیم کا دورۂ شمالی امریکہ

الحمد للہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور رفیق برائے بیرون پاکستان جناب قمر سعید قریشی شمالی امریکہ اور کینیڈا کے دورے سے ۲۲ اگست کو واپس تشریف لائے۔ اس سفر کے اختتام پر انہیں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ قارئینِ میثاق کے لئے امیر تنظیم اور رفیق تنظیم کے ۴۲ روزہ سفر کی مختصر روداد مقبول الرحیم مفتی نے جناب قمر سعید قریشی کی یادداشتوں سے مرتب کی ہے ——— (ادارہ)

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآنِ حکیم میں بنی نوعِ آدم کو اپنی صفتِ تخلیق کا شاہکار بتایا ہے وہیں فطرتِ انسانی کے دوسرے پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے اسکے "اسفل السافلین" کے درجے تک گرنے کا ذکر بھی کیا ہے۔ درحقیقت خیر و شر، نیکی و بدی، بلندی و پستی یا بالفاظِ دیگر تضادات کا ایک مستقل و منظم سلسلہ اس پوری کائنات کی تخلیق و تعمیر میں مضمر و کارفرما ہے۔ اسی طرح جب سے انسان نے کائنات پر غور و تحقیق اور تدبر و تفکر کے نتیجے میں ایجاد و تخلیق کے میدان میں قدم رکھا ہے، اُس کی بنائی ہوئی اشیاء میں اُس کی فطرت کے دونوں اجزاء کے اثرات بھی نمایاں چلے آ رہے ہیں۔ ایک ایٹم کی مثال ہی لے لیجیے ایک طرف اگر حیات کی تخریب کا بندوبست ہو رہا ہے تو دوسری طرف تعمیرِ حیات کے بھی کئی پہلو اُس میں موجود ہیں۔ خود ہمارے ملک پاکستان ہی میں ایٹمی توانائی کے ذریعے بجلی پیدا کرنے اور ایٹم کی صلاحیتوں کی مدد سے زراعت اور صحت و طب کے میدانوں میں تحقیق و تفتیش اور تشخیص و علاج کے کئی مراکز کام کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ آج کی دُنیا میں قیادت و رہنمائی کا منصب ہماری کوتاہیوں اور نالائقیوں کے سبب اور وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ تو زمانے کے نشیب و فراز

ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔ سورہ آل عمران آیت ۱۴۰) کے آسمانی اصول کی کارفرمائی کے نتیجے میں اُن اقوام کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے آسمانی ہدایت و رہنمائی سے آزاد ہو کر صرف اپنی عقل و دانش اور فہم و بصیرت کو ہی رہبر و پیشوا بنا رکھا ہے، اس لئے بالعموم سائنس کی ایجادات کے زیادہ تر مضر اور خلاف شرع استعمالات و اثرات ہی اوّل اوّل سامنے آتے ہیں حالانکہ اُن کے اندر بہت سے جائز اور مفید پہلو بھی موجود ہوتے ہیں۔ اس کی بہت عمدہ اور واضح مثال آڈیو کیسٹس (AUDIO CASSETTES) کی ہے۔ اہلِ مغرب نے اور انکی نقالی میں اہلِ مشرق نے عموماً ان کیسٹس کو موسیقی اور گانے کی شکل میں ایک فحش اور منکر کو پھیلانے کا ذریعہ بنایا لیکن جب سے انہی کیسٹس کو قرآن کا پیغام پہنچانے اور دین کی دعوت کو عام کرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے یہ یکساں طور پر مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں جب پہلی مرتبہ امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کو امریکہ اور کینیڈا کے دورے کی دعوت ملی تو اُس کا بڑا سبب بھی یہی تھا کہ وہاں بسنے والے اُردو داں مسلمان ان کیسٹس کے ذریعے قرآن کے پیغام اور امیرِ تنظیم اسلامی کے اندازِ بیان سے خوب آشنا ہو چکے تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف امیر محترم نے ایک خطاب میں ان الفاظ میں کیا تھا۔ "میں پچھلے سال جب شمالی امریکہ پہنچا تو حیران رہ گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس برِ اعظم میں مقیم برصغیر پاک و ہند کے رہنے والے مسلمانوں میں "دعوت رجوع الی القرآن" اور "تحریک تجدیدِ ایمان۔ توبہ۔ تجدیدِ عہد" کا اتنا وسیع تعارف موجود ہوگا۔ نہ معلوم وہاں کون کون سے شہروں میں میرے دروس کے ٹیپ پہنچ چکے ہیں۔ یہ صرف دعوتِ قرآنی کا اعجاز ہے، جس کا مجھے وہاں مشاہدہ ہوا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم"۔
(میثاق۔ صفحہ ۳۰۔ جون ۱۹۸۱ء)

۱۹۷۹ سے ۱۹۸۶ء تک صرف ۱۹۸۵ء کا ایک سال ایسا گزرا جس میں ڈاکٹر اسرار احمد امریکہ نہیں گئے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب بھارت اور مشرق وسطیٰ کی دیگر ریاستوں میں بھی اُن کا جانا رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی اپنے بیرونی سفر کو تبلیغی دورے کا نام نہیں دیا کیونکہ اُن کے نزدیک ہر شخص

کے لئے دعوت وتبلیغ کا فطری میدان وہی ماحول اور معاشرہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا ہے۔ اور پھر یہ کہ بیرونِ ملک اُن کے مخاطبین عموماً وہی مسلمان تارکینِ وطن ہوتے ہیں جو تلاشِ معاش، حصولِ علم یا کسی اور وجہ سے وہاں جا کر بس گئے ہیں۔ درحقیقت کسی غیر مسلم معاشرے میں تبلیغِ دین کا کام عارضی دَوروں سے ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ امریکہ میں تبلیغ دین کے امکانات، اس کے طریق کار، اس کی اہمیت اور امریکی معاشرے کی ہیئتِ ترکیبی پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ۴ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو مسجد شہداء میں ایک خطاب کے دوران مفصل گفتگو کی تھی جو جون ۱۹۸۱ء کے میثاق میں شائع بھی ہوئی۔ جو حضرات امریکی معاشرے کے خدوخال اور ڈاکٹر صاحب کے دورہ امریکہ کے پس منظر سے روشناس ہونا چاہیں اُن کے لئے میثاق جنوری فروری ۱۹۸۰ء کی مشترکہ اشاعت میں شامل دورہ امریکہ کے تحریری تاثرات (صفحہ ۱۰۵) اور جون ۱۹۸۱ء کے شمارے میں شامل تفصیلی خطاب کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ اُس خطاب کا ایک اقتباس نیچے دیا جا رہا ہے۔ جس کے مطالعے سے امریکہ میں تبلیغ کے کام کی اہمیت اور نوعیت کا اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا۔

"امریکی معاشرے کے مشاہدے اور اُس کے نفسیاتی جائزے سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ اس معاشرے میں انسان مشین بن کر رہ گیا ہے۔ مشین میں نہ دل ہوتا ہے نہ حسیات ہوتی ہیں۔ اسی لئے وہاں کا انسان لطیف انسانی جذبات سے محروم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں رحمی رشتے بھی محبت و شفقت سے یکسر محروم ہیں (الا ماشاء اللہ) بوڑھے والدین کو ان کی اپنی حقیقی اولاد بھی پوچھتی تک نہیں۔ دوسرے رشتوں کا کیا سوال۔ اسی وجہ سے وہاں بڑے بڑے شہروں میں بوڑھوں کے ہوسٹل قائم ہیں۔ وہاں خاندان اور اُس کے متعلقہ روابط اور محبتیں ایک داستانِ پارینہ بن چکی ہیں۔ ان حالات میں شعوری اور غیر شعوری طور پر وہاں ایک ایسے نظامِ حیات کی پیاس پیدا ہو رہی ہے جو معتدل و متوازن ہو جس میں رُوح کی تسکین کا سامان ہو اور انسانی تہذیب و تمدن کے تمام داعیات کی جائز تسکین کا بھی ———

یہ نظام موجود ہے۔ مُنَزَّل مِنَ اللہ ہے۔ یہ ہمارا دین اسلام ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ چند درویش صفت لوگ جو ہر لحاظ سے اسلامی تعلیمات کا عملی پیکر ہوں، وہاں جا کر مستقل ڈیرہ لگالیں۔ وہاں دونوں طبقوں گوروں اور کالوں میں کام کا میدان موجود ہے آج امریکہ میں اس بات کی ضرورت ہے کہ کچھ درویش صفت اللہ کے بندے دعوت و تبلیغ کے لئے خود کو وقف کر دیں اور وہاں جا کر بیٹھ جائیں۔ مجھے اس وقت بار بار حضرت معین الدین اجمیریؒ یاد آ رہے ہیں جو کفر کے گڑھ میں آئے اور جم کر بیٹھ گئے اس عزم کے ساتھ کہ اب اُن کا جینا مرنا اسی کفرستان کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان کی زندگی کے شب و روز اُن غیر مسلموں کے سامنے ہیں وہ سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اُن کے مشاغل کیا ہیں۔ اُن کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ اُن کے مقاصد کیا ہیں۔ یہ یہاں روپیہ کمانے تو نہیں آئے کہ یہاں سے کما کما کر اپنے گھر والوں کو بھیج رہے ہوں۔ اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی دھن تو اُن پر مسلّط نہیں ہے۔ یہ یہاں کسی دنیوی غرض کے لئے تو نہیں آئے! اس کے برعکس جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ شخص انسان دوست ہے لوگوں سے محبت کرنے والا ہے۔ اُن کا ہمدرد و خیر خواہ ہے اپنے وطن سے دور یہاں اس لئے آیا کہ اُس پر لوگوں کی آخرت سنوارنے کی دھن مسلّط ہے۔ درویش اور عابد و زاہد ہے۔ بے غرض ہے اور صرف اپنے معبود کی رضا کا طالب ہے تو ظلمت کدہ ہند میں خواجہ اجمیری کی قولی و عملی تبلیغ کے جو نتائج نکلے وہ آج ہمارے سامنے ہیں۔ (میثاق صفحہ ۹-۱۰ جون ۱۹۸۱ء)

۱۹۷۹ء میں جب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دورہ امریکہ کی دعوت قبول کی تو اُس میں دعوت و تبلیغ کی نسبت امریکی معاشرے اور تہذیب کا براہ راست مشاہدہ کرنے کی خواہش غالب تھی۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے وہاں برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے ایسے جدید تعلیم یافتہ احباب کا حلقہ میسر آ گیا۔ جو پہلے سے اقامت دین کے تصوّر سے آشنا تھا اور قرآن کا پیغام سننے کے لئے بھی بیتاب تھا۔ اُن حضرات کی طلب اور خلوص ہی کا نتیجہ ہے کہ دورۂ امریکہ کے اس پروگرام نے ایک باقاعدہ صورت اختیار کر لی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مختلف مقامات پر دعوتِ رجوع الی القرآن اور دعوتِ اقامت دین کے

قافلے بھی منظم ہو رہے ہیں ۔

حالیہ دورہ امریکہ کی امتیازی خصوصیت دو دعوتی و تربیتی کیمپ تھے۔ پہلا کیمپ ٹورنٹو سے دو سو میل کے فاصلے پر ایک تفریحی مقام، لانگ بے کیمپ (LONG BAY CAMP) میں تنظیم اسلامی ٹورنٹو کے زیر اہتمام منعقد ہوا جبکہ دوسرے کیمپ کا اہتمام انجمن خدام القرآن شکاگو نے اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ کے تعاون سے امریکہ کی ریاست انڈیانا پولس میں واقع ان کے مرکزی دفتر میں کیا تھا ۔

دوسرے کیمپ کا اہتمام اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ایک ریاست انڈیانا پولس میں واقع اپنے مرکز میں کیا تھا۔ ان دونوں اجتماعات کے پروگراموں کی روداد انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیگی۔

اب ہم ۱۲ جولائی سے ڈاکٹر اسرار احمد اور جناب قمر سعید قریشی کے ساتھ قدم بقدم سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اس سفر کی پہلی منزل کراچی تھی۔ ہوائی اڈے پر تنظیم اسلامی کراچی کے امیر جناب سراج الحق سید چشم براہ تھے۔ دوپہر اُن کے ساتھ گذری۔ عصر کے بعد کراچی کے کچھ رفقاء تشریف لے آئے مختصر سی نشست کے بعد ہوائی اڈے روانہ ہو گئے۔ اگلی منزل دبئی تھی۔ رات ساڑھے نو بجے دوبئی ائرپورٹ پر اترے۔ ٹرانزٹ ویزا کے حصول میں دو گھنٹے لگ گئے۔ انجمن خدام القرآن ابوظہبی کے صدر جناب نسیم الدین دیگر احباب کے ہمراہ لاؤنج کے باہر انتظار کر رہے تھے۔ ائرپورٹ سے نکلتے ہی مزید کوئی وقت ضائع کیے بغیر بذریعہ کار ابوظہبی کے لئے روانہ ہوئے۔ رات ڈیڑھ بجے انجمن خدام القرآن ابوظہبی کے دفتر پہنچے۔ یہ دفتر ایک خوبصورت اور کشادہ فلیٹ میں قائم کیا گیا ہے جس میں مہمان خانہ بھی ہے۔ ابوظہبی میں مختصر قیام اسی مہمان خانے میں رہا۔

۱۳ جولائی کو مختلف حضرات ملاقات کے لئے آتے رہے بالعموم گفتگو پاکستان کے سیاسی حالات کے بارے میں رہی۔ اسی دوران شکاگو میں برادرم خورشید ملک صاحب اور جدہ میں عزیزم فیض اللہ ملک صاحب سے ٹیلیفونی رابطہ بھی ہوا۔ نماز عصر کے بعد متحدہ عرب امارات کے اخبار "خلیج ٹائمز" کے بیورو چیف جناب دارہ قدوہ نے ڈاکٹر صاحب سے انٹرویو کیا۔ سوا گھنٹے تک تفصیلی گفتگو

ہوئی - بعد نمازِ مغرب نسیم الدین صاحب کی قیام گاہ پر انجمن کے متعلقین اور رفقاء کے ساتھ ایک نشست ہوئی - احباب اور رفقاء سے مشورے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سید نسیم الدین صاحب کو انجمن خدام القرآن ابوظہبی کا صدر مقرر کیا نماز عشاء کے بعد انجمن کے دفتر میں پاکستان سنٹر ابوظبی کے روحِ رواں جناب جی ایم خان نے ایک عشائیے کا اہتمام کر رکھا تھا ________ کم و بیش پچاس پاکستانی احباب تشریف فرما تھے اکثر و بیشتر دوستوں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے پاکستان کے حالات پر گفتگو کرنے کی فرمائش کی - جس پر امیر محترم نے مختصر انداز میں ملک کے موجودہ حالات اور اُن کا پس منظر بیان کیا اور اصلاح احوال کے لئے اپنی رائے بھی سامعین کے سامنے رکھی - خطاب کے بعد بھی رات دیر تک سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری رہا -

اگلے روز یعنی ۱۴ جولائی کو صبح نو بجے میجر جنرل امتیاز علی ملاقات کے لئے تشریف لائے - امتیاز صاحب جولائی ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے وقت سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے ملٹری سیکرٹری تھے - آج کل سلطان ابوظہبی کے فوجی مشیر ہیں - ایک بجے تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا - بعد نماز عصر دُبئی روانہ ہوئے کیونکہ اگلے روز وہاں سے نیویارک کی پرواز میں سوار ہونا تھا - دبئی میں عبدالواحد نقدہ صاحب نے چائے کا اہتمام کر رکھا تھا - وہاں دبئی کے رفقاء کے علاوہ راس الخیمہ سے محمد طفیل گوندل صاحب خاص طور پر ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے - رات ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کے بڑے صاحبزادے عبدالسلام صاحب نے جو دُبئی کے معروف بینکر (BANKER) ہیں اپنی رہائش گاہ پر عشائیے کا اہتمام کر رکھا تھا - شہر کے اہم کاروباری حضرات اور ہم وطنوں کی اچھی خاصی تعداد مدعو تھی - یہاں بھی رات گئے تک حالات حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی - بمشکل ایک گھنٹہ آرام کے لئے مل سکا - ڈھائی بجے رات دوبئی ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے - صبح ساڑھے چار بجے پی آئی اے کا طیارہ جس کی منزل نیویارک تھی دبئی کی فضاؤں میں بلند ہو چکا تھا اور جب مسافروں نے اکیس گھنٹے کی طویل تھکا دینے والی پرواز کے بعد نیویارک کے بین الاقوامی کینڈی ائرپورٹ پر قدم رکھا تو نیویارک

کی گھڑیاں سہ پہر چار بجے کا وقت بتا رہی تھیں ۔ مشرق سے مغرب کا سفر کرتے ہوئے وقت میں آٹھ گھنٹے کا فرق پڑ گیا تھا ۔ یا یوں کہئے کہ ... افراد کے آٹھ گھنٹے فضا کی پہنائیوں میں کھو گئے تھے شام ساڑھے پانچ بجے الطاف صاحب کے ہمراہ اُن کے گھر پہنچے ، فجر سے عصر تک کی نمازیں ادا کیں ۔ ڈاکٹر صاحب آنکھ میں خاصی تکلیف محسوس کر رہے تھے لیکن اللہ کے فضل سے دوا ڈالنے کے بعد جلد ہی افاقہ ہو گیا ۔

۱۶ ؍ جولائی کو صبح جناب شمیم صدیقی اور شمشیر بیگ صاحب (ان دونوں حضرات کا تعلق جماعت اسلامی کے حلقے سے ہے) ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اُن کی طویل نشست رہی ۔ اس اثنا میں قمر سعید قریشی صاحب الطاف صاحب کے ہمراہ انکے دفتر واقع مین ہیٹن میں تشریف لے گئے ۔ وہاں سے دیگر احباب کے علاوہ امیر تنظیم اسلامی ملتان جناب کرنل (ریٹائرڈ) غلام حیدر زرین صاحب سے رابطہ قائم ہوا جو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے بڑے صاحبزادے کے پاس جو نیویارک میں انجینئر ہیں پہنچ چکے تھے ۔ بعد نماز مغرب فلشنگ (FLUSHING) کے اسلامک سنٹر میں درس قرآن کا پروگرام تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۂ آل عمران کے حوالے سے سوا گھنٹے تک تقویٰ کے موضوع پر گفتگو کی ۔ بعد میں جب سوال جواب کا مرحلہ آیا تو قرآن کے ساتھ سامعین کی گہری دلچسپی اور انہماک کا اندازہ ہوا ۔

۱۷ ؍ جولائی کو ناشتے پر اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (   ) کے ڈائریکٹر جناب نسیم صاحب ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔ یہ جماعت اسلامی کے ہم خیال احباب کی تنظیم ہے ۔ طٰہٰ پبلشرز لندن کے مالک جناب افسر صدیقی بھی ناشتے کے وقت ہی پہنچ گئے ۔ وہ لندن سے خاص طور پر ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے ۔ آج ڈاکٹر صاحب کے خالہ زاد بھائی جناب ممنون مرغوب صدیقی (جو نیویارک میں REAL ESTATE کا کاروبار کرتے ہیں) کے ہمراہ نیویارک کی سیر کا پروگرام تھا ۔ دونوں مہمان بھی ہمراہ تھے ۔ گیارہ بجے گھر سے روانہ ہوئے ۔ پہلے نسیم صاحب کی دعوت پر اُن کی تنظیم کا مرکز دیکھا ۔ بعد میں شہر کا ایک تفصیلی چکر لگایا ۔ دورانِ سفر افسر صدیقی صاحب سے تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ انہوں نے بتایا کہ ملائیشیا کی مشہور

شخصیت تنکو عبدالرحمان نے ان کا شائع کردہ پمفلٹ RISE AND FALL OF UMMAH پڑھکر اُن سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی - افسر صدیقی صاحب کا کہنا تھا کہ تنکو عبدالرحمان امیر محترم کے تجزیے سے بہت متاثر تھے - نیو یارک کی سیاحت و مساحت کا آغاز مین ہٹن سے ہوا - ایمپائر سٹیٹ، TWIN TOWERS اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرز اور مجسمہ آزادی پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے کالوں کے علاقے ہارلم (HARLEM) میں پہنچے - یہاں سے دُنیا کا سب سے بڑا پل عبور کر کے بروک لن (BROOKLYN) گئے - واپسی پر شہر کے معروف اور مصروف علاقوں کا چکر لگاتے ہوئے نمازِ مغرب کے قریب الطاف صاحب کے گھر پہنچے - اور یوں چند گھنٹوں میں امریکہ کے بلکہ دنیا کے ایک بڑے شہر کی سیاحت مکمل ہو گئی - یہ نیو یارک کے قیام کی آخری رات تھی - الحمد للہ مناسب آرام کا موقع مل گیا - اگلے روز یعنی جمعہ ۱۸ اگست سے کینیڈا میں مصروف ترین پروگرام کا آغاز ہونے والا تھا -

جمعہ کی صبح کو الطاف صاحب نیو یارک کے مقامی ہوائی اڈے لاگارڈیا (LA GAURDIA) پر پہنچا کر رخصت ہوئے - سفر کی اگلی منزل کینیڈا کے صوبہ اونٹاریو (ONTRIO) کا صدر مقام ٹورانٹو تھی - طیارہ نیو یارک کے وقت کے مطابق صبح سات بجے روانہ ہوا اور ٹورانٹو کے وقت کے مطابق پونے نو بجے ٹورانٹو کے ہوائی اڈے پر اتر گیا - اس سفر کے دورانیے میں بھی ایک گھنٹہ اور بڑھا لیجئے کیونکہ نیو یارک کا وقت ٹورنٹو کے وقت سے ایک گھنٹہ آگے ہے - ٹورنٹو کے اکثر رفقاء ایئرپورٹ پر استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے - ٹورانٹو میں قیام کے لئے چوہدری عبدالغفور صاحب کا نو تعمیر شدہ مکان منتخب کیا گیا تھا - تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ٹورنٹو کی جامع مسجد میں پہنچے جہاں ڈاکٹر صاحب کے خطاب جمعہ کا پروگرام تھا ——— جامع مسجد کے امام مولانا عبداللہ حکیم امریکی نومسلم ہیں - معتدل مزاج کے جہاندیدہ انسان ہیں - انہوں نے دینی تعلیم مشرق بعید کے ممالک اور سعودی عرب کے شہر ریاض میں حاصل کی ہے - ہر مخلص اور دردمند مسلمان کی طرح مسلمانوں کو متحد دیکھنے کے خواہاں ہیں - کینیڈا کی حد تک مسلمانوں

کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوششیں بھی کرتے رہتے ہیں لیکن اُنہیں برصغیر پاک و ہند سے آنے والے مسلمانوں سے گلہ ہے کہ ڈاپنے مذہبی اور دینی اختلافات بھی ساتھ لے آتے ہیں ــــ خطاب جمعہ انگریزی میں تھا ۔ هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے فریضۂ اقامتِ دین کی اہمیت وضرورت پر گفتگو کی ۔ سامعین کا انہماک دیدنی تھا ۔ شمالی امریکہ کے اس دورے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انگریزی میں خطبات و دروس کے کیسٹس کا ایک عمدہ سیٹ تیار ہو گیا ہے ۔ اس سے انشاء اللہ توسیع دعوت کے نئے دروازے کھلیں گے ۔ مرکزی انجمن خدام القرآن کے سابق ناظم اعلیٰ اور محاسب بشیر ملک صاحب جو اپنی صاحبزادیوں کو ملنے کینیڈا آئے ہوئے تھے ۔ کینیڈا کے صوبے برٹش کولمبیا کے ایک بڑے شہر وان کوور (VAN CUVAR) سے ڈھائی گھنٹے کا فضائی سفر کر کے ٹورانٹو پہنچے اور نما [illegible]) شریک ہوئے ۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد گھر پہنچے تو تنظیم اسلامی ملتان کے امیر کرنل ترین صاحب بھی نیویارک سے تشریف لا چکے تھے ۔ بعد ازاں بشیر ملک اور کرنل ترین صاحب لانگ بے کیمپ کے تربیتی اجتماع میں بھی شامل رہے ۔ نماز عصر کے بعد اسی مسجد میں درسِ قرآن کا پروگرام تھا ۔ سورہ کہف کے پانچویں رکوع کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اس رکوع میں بیان شدہ " باغ والوں کے واقعے کے حوالے سے انسان کے طرزِ عمل میں شرک کی کارفرمائی پر بڑی پر اثر گفتگو کی ۔ ہفتہ ۱۹ جولائی کو بھی اسی مسجد میں بعد نمازِ ظہر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سورۃ البلد کا درس ہوا جس کے بعد سوال جواب کا سلسلہ بھی چلا ۔ نمازِ عصر کے بعد دوسری نشست میں سورۃ الحشر اور سورۃ التین کی آیات کے حوالے سے " حقیقت انسان " کے موضوع پر خطاب ہوا ۔ دروس کی تینوں نشستوں میں حاضری اوسطاً دو سو تک رہی ۔ چونکہ اتوار ۲۰ جولائی کو نمازِ ظہر کے بعد ٹورانٹو کی جامع مسجد میں اس دورے کا آخری درس تھا اس لئے حاضری مثالی تھی ۔ سورۃ حدید کی آیات کے درس کے بعد سوال جواب کا سلسلہ چار بجے تک جاری رہا ۔ درس کے بعد مسجد سے ہی لانگ بے کیمپ کی طرف روانگی کا پروگرام تھا اس لئے گھر سے تیار ہو کر

نکلے تھے - ٹورانٹو سے اس کیمپ کا فاصلہ کم و بیش دو سو میل بن جاتا ہے لانگ لے کیمپ دراصل جھیل کے کنارے واقع ایک تفریحی مقام (CAMPING SITE) ہے جو ابھی تعمیر و ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے -

۲۱ر جولائی سے ۲۵ جولائی تک اس پانچ روزہ تربیتی اجتماع کا پروگرام بہت بھرپور تھا - اس اجتماع کی ایک اہم خصوصیت خواتین کی بھرپور شرکت تھی - اکثر رفقاء اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ شریک ہوئے - گویا یہ دعوت کے ضمن میں الاقرب فالاقرب کے اصول کا قابلِ تقلید مظاہرہ تھا ——— مجموعی حاضری ایک سو کے لگ بھگ تھی - ٹورنٹو سے ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب کی قیادت میں تیرہ رفقاء تشریف لائے تھے - شکاگو سے احمد عبد ا ر یہ صاحب کے ہمراہ پانچ رفقاء شرکت کے لیے آئے ——— مانٹریال سے جناب محمد شفیق، جناب غوث پاشا اور جناب سمیع ملک شریک ہوئے - اجتماع کے تمام پروگرام تنظیمی معاملات سے متعلق تھے - ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے لئے یہ اجتماع خاصا پُرمشقت تھا. ۲۴ جولائی کو تو اُنہیں مجموعی طور پر آٹھ گھنٹے بولنا پڑا - ۲۵ جولائی کی صبح کو اجتماع کے پروگرام کا آخری جز "تجدید بیعت" تھا - الحمد للہ تمام پُرانے رفقاء نے تجدید بیعت کی - نئے حضرات میں ٹورانٹو سے جناب صدیق حابث اور مانٹریال سے جناب محمد شفیق اور جناب غوث پاشا شامل تھے - تجدید بیعت کے بعد امیر تنظیم کے اختتامی خطاب اور دُعا کے ساتھ تمام رفقاء نے رخت سفر باندھا. لانگ لے کیمپ سے ساڑھے نو بجے روانگی ہوئی - چوہدری عبدالغفور صاحب مانٹریال تک الوداع کہنے آئے - ساڑھے گیارہ بجے آٹوا (OTTOWA) پہنچے - نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ساہیوال کے قدیم کرم فرما جناب محبوب علی چشتی کے ہاں دوپہر کا کھانا کھایا - کچھ دیر آرام کیا - نماز عصر کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سورہ عصر کا درس دیا - درس انگریزی میں تھا - درس کے فوراً بعد تبلیغی جماعت کے مقامی امیر عبدالعزیز خاں کے شدید اصرار پر اُن کے گھر چائے پینے گئے -

شام ساڑھے سات بجے وہیں سے مانٹریال کا عزم کیا - مانٹریال میں دو روزہ قیام فیصل آباد کے ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب کے ہاں رہا - موصوف مانٹریال یونیورسٹی میں

بائیوکیمسٹری کے شعبہ تحقیق سے وابستہ ہیں۔ پے در پے تقاریر اور سفر کی مشقت نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو نڈھال کر دیا تھا۔ کچھ حرارت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ البتہ رات کے آرام اور دوا دونوں نے صبح تک طبیعت بحال کر دی۔ ساڑھے گیارہ بجے شہر کا طائرانہ جائزہ لینے نکلے۔ فرانس کے زیر تسلط رہنے کی وجہ سے فن تعمیر اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں فرانسیسی ذوق نمایاں تھا۔ شہر کی اہم شاہراہوں سے گزرتے ہوئے ایک بجے جامع مسجد نور پہنچے۔ نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد درس کا پروگرام تھا۔ آیۂ بِرّ کے درس کو سامعین نے بڑی توجہ سے سنا۔ حاضری تقریباً ایک سو تھی۔ مسجد کے امام مولانا محمد منظور خاں تبلیغی جماعت کی مرکزی شخصیت ہیں۔ مزاج میں انکسار اور تواضع خوب رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسحاق صاحب نے رات کے کھانے پر انہیں مدعو کر رکھا تھا۔ اس لئے اُن سے تبادلہ خیالات کا ایک عمدہ موقع میسر آگیا۔ اتوار ۲۷ جولائی کو پہلا پہر تو ملاقاتوں میں گزرا۔ نمازِ ظہر کے بعد مسجد نور ہی میں درس قرآن کی نشست تھی۔ خواتین کی اچھی خاصی تعداد بھی درس سننے آئی تھی۔ مجموعی طور پر حاضری گذشتہ روز سے دگنی تھی۔ درس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سامعین کے سوالوں کے جواب بھی دیئے۔ چونکہ شام پونے آٹھ بجے کی پرواز سے شکاگو جانا تھا۔ اس لئے درس سے فارغ ہوتے ہی سیدھے گھر واپس پہنچے اور کم سے کم وقت میں تیاری کر کے ڈاکٹر اسحاق صاحب کو الوداع کہا۔ ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد شکاگو کے ہوائی اڈے پر اترے تو ڈاکٹر خورشید ملک اور ڈاکٹر سلطان ملک ہوائی اڈے پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ البتہ انہیں تلاش کرنے میں بیس پچیس منٹ لگ گئے۔ چالیس میل کی مسافت طے کر کے انکی رہائش گاہ پر پہنچے تو رات کے دس بج چکے تھے۔ سوموار ۲۸ جولائی کو اگرچہ ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا مگر آرام کا موقع بھی مل گیا۔ رات ڈاکٹر طور صاحب کے ہاں دعوت تھی۔ کم و بیش تیس حضرات شریک طعام تھے۔ کھانے کے ساتھ ملکی حالات اور دینی معاملات پر عمومی گفتگو کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔

منگل ۲۹ جولائی کو صبح کی پرواز سے شکاگو سے سان ہوزے (ST. JOSE) پہنچے۔ یہ مقام سان فرانسسکو سے ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ہوائی اڈے پر خواجہ سعید الدین صاحب اور محمد ضیاء اللہ واحدی صاحب ہمارے منتظر تھے۔ سان ہوزے کا پروگرام خواجہ

سعید الدین صاحب کی کوششوں کا مرہونِ منت تھا۔ اس سے قبل ہوسٹن میں بھی انہوں نے ایک پروگرام کا اہتمام کیا تھا۔ ضیاء اللہ واحدی صاحب کا تعلق بھی پاکستان سے ہے۔ امریکہ میں ایروناٹیکل انجنیئر کی حیثیت سے خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ واحدی صاحب کے ہمراہ دوپہر ایک پاکستانی دوست پرویز چوہدری صاحب کے ہاں آرام کیا۔ نمازِ عصر کے بعد سانتا کلارا اسلامک سنٹر کی مسجد النور میں درس کا پروگرام تھا۔ عصر سے عشاء تک سورۃ حج کے آخری رکوع کا درس ہوا۔ دیگر سامعین کے علاوہ عرب طلبہ کا ایک گروپ بھی بہت دلچسپی اور توجہ سے سن رہا تھا۔ یہاں میزبانی کے فرائض کراچی کے ایک صالح اور سعادت مند نوجوان محمد علی سہروردی صاحب نے سنبھال رکھے تھے۔ وہ یہاں اکاؤنٹس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

بدھ ۳۰ جولائی کو نمازِ فجر کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو بلیک بورڈ پر سورت شوریٰ کی آیات ۳۶ تا ۳۹ درج تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے انہی آیات کو درس کا موضوع بنا لیا۔ آیات کے ترجمے سے ہی درس کے مضامین کی وسعت اور تاثیر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ **ترجمہ:۔**

"وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اگر غصہ آ جائے تو درگزر کر جاتے ہیں، جو اپنے رب کی ہر پکار پر لبیک کہتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اپنے باہمی معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں اور ہم نے جو کچھ رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

درس کے بعد ناشتے کا مرحلہ طے کیا اور پھر ضیاء اللہ واحدی صاحب کی امارت میں خلیج سان فرانسسکو کی سیر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ الاسکا سے کیلیفورنیا تک ساحلِ اوقیانوس کے ساتھ ساتھ چلنے والی شاہراہ "ہائی وے ون" HIGH WAY ONE پر ایک سو پچاس میل سفر طے کیا اور تقریباً تیس ۳۰ چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں میں سے گزرے، خلیج کے علاقے میں وہ پہاڑیاں بھی دیکھیں جن کی وجہ سے سمندر سے اٹھنے والے بخارات کا سفر رک جاتا ہے اور پہاڑیوں کے دامن میں شدید گرمی کے موسم میں بھی کم درجہ حرارت والا ایک مخصوص علاقہ (ZONE) وجود میں آ جاتا

ہے ۔ انتہائی مختصر وقت میں جو کچھ مشاہدے میں آیا اُس کی تفصیل بھی بیان کی جائے تو مضمون اُس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ قصّہ کوتاہ یہ کہ ظہر کے وقت واپس پہنچ گئے ۔ ساڑھے چار بجے خواتین کے اجتماع میں ڈاکٹر صاحب نے "نظریہ مساوات مرد وزن اور اسلام" کے موضوع پر تقریر کی اور خواتین کے استفسارات کا جواب بھی دیا۔ شام سات بجے عمومی پروگرام میں سورۃ صف کے درس کے بعد بھی سوال جواب کی نشست ہوئی ۔

جمعرات ۳۱ جولائی کو نماز فجر کے بعد عرب طلبہ کے وفد کے ساتھ "انقلاب ایران" پر تبادلہ خیالات ہوا۔ یہ ساں ہونے میں آخری نشست تھی ۔ محمد علی سرودی صاحب نے دوپہر بارہ بجے ہوائی اڈے پر پہنچایا۔ شام ساڑھے سات بجے براستہ کنساس سٹی شکاگو پہنچے ۔ ______ رات شکاگو میں انجمن خدام القرآن (کا اجلاس ہوا ۔ تمام احباب سے ملاقات بھی ہوگئی ۔

جمعہ یکم اگست کو خطاب جمعہ کا پروگرام شکاگو کے مسلم کمیونٹی سنٹر (MCC) میں تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے سورہ نساء کی آیات کے حوالے سے ایمان کے موضوع پر انگریزی میں خطاب کیا ۔ جسے ہر لحاظ سے پسند کیا گیا ۔ انگریزی کا معیاری بھی ایسا عام فہم تھا کہ اوسط درجے کے انگریزی خواں سامعین بھی بآسانی گفتگو کو سمجھ رہے تھے ۔ نماز جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا ۔ کچھ دیر آرام کیا اور عصر سے پہلے ہی اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) کے صدر دفتر کی طرف روانہ ہوگئے ۔ سوسائٹی کا صدر دفتر انڈیا ناپولس کے قریب پلینز فیلڈ (PLAINS FIELD) میں واقع ہے ۔ رات بارہ بجے کیمپ میں پہنچے ۔ اس کیمپ کا اہتمام انجمن خدام القرآن شکاگو نے ISNA کے تعاون سے کیا تھا ۔

اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ICNA) دراصل کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر مشتمل براعظم شمالی امریکہ میں آباد دُنیا بھر کے مسلمانوں کی فعال تنظیم ہے اس کے ذمہ دار حضرات کی اکثریت کا تعلق جماعت اسلامی اور اخوان المسلمون سے ہے ۔ اس کیمپ کے ذریعے اُن حضرات کو بھی ڈاکٹر اسرار صاحب کی قرآنی فکر اور انقلابی دعوت کو سمجھنے کا ایک عمدہ موقع ملا ۔ ان کی سوسائٹی کا بنیادی

مقصد مغرب کے سیکولر معاشرے میں بطور اقلیت بسنے والے مسلمانوں اور اُن کی آئندہ نسلوں کے دین اور تہذیبی تشخص کو مغرب کی بے خدا تہذیب کے سمندر میں غرق ہونے سے بچانا ہے۔ اس سوسائٹی کے زیر انتظام پورے شمالی امریکہ میں بہت سے تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں جہاں مسلمانوں کی نئی نسلوں کو دیگر علوم کی تدریس کے ساتھ دینی تعلیمات سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایسے علاقے جہاں ابھی تک باقاعدہ تعلیمی ادارے قائم نہیں کئے جا سکے اور مسلمان بچے ملک کے عام تعلیمی اداروں میں تعلیم کر رہے ہیں وہاں مسلمان طلبہ کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے گرمیوں کی چھٹیوں میں SUMMER SCHOOLS منعقد کئے جاتے ہیں۔ بچوں کے علاوہ بڑوں کی تربیت اور اُن کے معاشرتی مسائل کا حل پیش کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں یہ تنظیم کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرتی رہتی ہے۔ پلینز فیلڈ کا یہ چار روزہ تربیتی کیمپ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ ہفتہ ۲ اگست کی صبح سے منگل ۵ اگست کی شام تک چار دنوں میں دروس کی آٹھ نشستیں ہوئیں۔ ان دروس کے ذریعے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے پہلی بار قرآن کی انقلابی فکر کو انگریزی میں ایک تدریجی ترتیب کے ساتھ بیان کیا۔ دروس کے عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱ - حقیقت و ماہیتِ ایمان

۲ - ایمان اور عمل کا تعلق

۳ - فرائض دینی کا جامع تصوّر

۴ - اسلامی انقلاب کیا ہے

۵ - قرآن و سنتِ رسول ؐ کی روشنی میں انقلابی جماعت کی تشکیل

۶ - اقامتِ دین کے لئے انقلابی جدوجہد کے مدارج و مراحل

۷ - احیاءِ اسلام کے لئے اسلامی افکار کی تدوینِ نو — کرنے کا اصل کام

۸ - روحِ انسانی اور مدارجِ ایمان

(نوٹ: ان عنوانات کا تعین دروس کے نوٹس سے کیا گیا ہے۔ اس لئے لفظی تغیر بھی ممکن ہے۔)

ان دروس میں شکاگو کی دو مشہور دینی شخصیات مولانا عبداللہ سلیم اور مولانا عرفان احمد صدیقی نے بھی شرکت کی

۵ ر اگست کو ISNA کی اہم شخصیت جناب ناظر حسین کے ہاں دعوت میں سوسائٹی کے ڈائریکٹر ایجوکیشن جناب طلعت سلطان اور سیکرٹری جنرل جناب اقبال یونس سے ملاقات ہوئی ۔

بدھ چھ اگست کی صبح کو رفقاء تنظیم کا خصوصی اجتماع ہوا ۔ جس میں تمام پرانے رفقاء کی "تجدید بیعت" کے ساتھ ایک نئے رفیق ڈاکٹر عبدالسلام انصاری صاحب نے بھی بیعت کی ۔ موصوف کیمسٹری میں PHD ہیں اور امریکہ کے کالے مسلمانوں کے ایک مدرسے میں پرنسپل ہیں ۔ پرجوش انقلابی خیالات کے حامل نوجوان ہیں ۔ انہوں نے کالے مسلمانوں کے بارے میں بہت مفید معلومات بہم پہنچائیں —— رفقاء کا یہ اجتماع شمالی امریکہ کے دورے کا آخری پروگرام تھا ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ISNA کے احباب کو الوداع کہکر انڈیانا پولس کے ہوائی اڈے پر پہنچے ۔ جہاز ساڑھے چار بجے انڈیانا پولس سے روانہ ہوا اور سات بجے نیویارک پہنچا ۔ ممنون مرغوب صدیقی ہوائی اڈے پر موجود تھے ۔ رات انہیں کی قیام گاہ پر بسر ہوئی ۔

جمعرات سات اگست کا دن سفر حج کی تیاریوں میں صرف ہوا ۔ شام چھ بجے الطاف صاحب کی ٹریول ایجنسی کے زیر اہتمام ۱۳۰ حجاج کرام کے قافلے کے ساتھ نیویارک کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر جدہ کی پرواز کے بورڈنگ کارڈ حاصل کیے ۔

سعودی عرب میں دو ہفتے کے قیام کے دوران حج بیت اللہ کی سعادت کے ساتھ مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی ۔ اگرچہ منیٰ میں قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب کو شدید بخار نے آلیا تھا لیکن اللہ نے انہیں اتنی ہمت دی کہ بخار اور نقاہت کے باوجود جمعہ ۲۲ اگست کو پروگرام کے مطابق علی الصبح لاہور پہنچ گئے ۔

Coca-Cola
Coca-Cola is it!
TRADE MARK REGD
THE COCA-COLA COMPANY

قارئین کی توجہ کے لیے

'میثاق' میں 'افہام و تفہیم' کے عنوان سے سلسلۂ سوال و جواب شروع کیا جارہا ہے۔ قارئین اپنے سوال اور اشکالات مختصر الفاظ میں ادارے کو ارسال فرمائیں لیکن یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ اس سلسلے سے مقصود چونکہ اُس فکر اور کام کی تشریح اور وضاحت ہے جو امیرِ تنظیمِ اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لے کر اُٹھے ہیں لہٰذا سوالات اسی سے متعلقہ موضوعات پر ہونے چاہئیں۔ فقہی مسائل پر گفتگو کرنے سے ہم پیشگی معذرت کرتے ہیں۔ ادارے کے ساتھ افتاء کا کوئی شعبہ منسلک نہیں ہے۔

اسلام کی انقلابی قدروں کا علمبردار

ماہنامہ میثاق لاہور

میں اشتہار شائع کرائیں

نرخنامہ اشتہارات

سرورق:

آخری صفحہ	۱۵۰۰/= روپے فی اشاعت
دوسرا صفحہ (اندرونی)	۱۲۰۰/= روپے 〃 〃
تیسرا صفحہ (اندرونی)	۱۰۰۰/= روپے 〃 〃

اندرونی عام صفحات

پورا صفحہ	۸۰۰/= روپے 〃 〃
نصف صفحہ	۵۰۰/= روپے 〃 〃

نوٹ

۱ اشتہار میں نہ کوئی تصویر چھپے گی نہ دینی اعتبار سے کوئی قابل اعتراض مواد!
۲ 'میثاق' کے پورے صفحے کا سائز ۷ × ۴ ہے!
۳ کسی خاص ڈیزائن کے لئے پوزیٹو فلم مشتہر حضرات کو خود فراہم کرنی ہوگی،
۴ رنگین اشتہارات میں رنگ کے لئے ۵۰ فی صد مزید معاوضہ ہوگا۔
۵ منظور شدہ ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں کو ۱۵ فی صد کمیشن دیا جائے گا،
۶ خاص حالات میں مشتہر حضرات کو بھی رعائت دی جاسکتی ہے،

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

پرچہ پریس میں جا ہی رہا تھا کہ ہفتہ ۲۷ ستمبر کی سہ پہر کو خانیوال سے لگ بھگ اٹھارہ میل کے فاصلے پر دُنیا پور کے قریب سڑک کا ایک جانکاہ حادثہ پیش آگیا۔ جس کے ضمن میں سردست صرف اخباری اطلاع کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے بھی جگہ بمشکل نکالی گئی ہے۔ بصورت دیگر پرچے کے لیٹ ہو جانیکا اندیشہ ہے۔

روزنامہ مشرق لاہور (۱) ۲۸ ستمبر ۸۶ء

ڈاکٹر اسرار احمد کا داماد اور بھانجا ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے

خانیوال کے قریب دنیا پور میں کار اور ٹرک کا خوفناک تصادم

دونوں لاہور سے صادق آباد جا رہے تھے، آج سپردِ خاک کیا جائیگا

لاہور ۲۷ ستمبر (سٹاف رپورٹر) امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے داماد اور بھتیجے محمد حمید احمد اور بھانجے عبد اللہ طاہر سیال آج صادق آباد جاتے ہی خانیوال کے قریب دنیا پور میں ٹریفک کے المناک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے دونوں تعمیراتی فرم اظہار لمیٹڈ کے ڈائریکٹر تھے اور کاروباری سلسلے میں صادق آباد جا رہے تھے محمد حمید احمد ڈاکٹر اسرار احمد کے بھائی اقتدار احمد کے صاحب زادے تھے جبکہ عبد اللہ طاہر سیال کے والد اللہ بخش سیال صادق آباد میں رہتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ محمد حمید احمد اور عبد اللہ طاہر سیال صادق آباد جانے کے لئے آج کار میں روانہ ہوئے جب وہ خانیوال کے قریب دنیاپور میں پہنچے تو ایک تیز رفتار ٹرک کار سے ٹکرا گیا حادثہ اس قدر شدید تھا کہ دونوں موقع پر جاں بحق ہو گئے دنیاپور میں فرم اظہار لمیٹڈ کے سول ایجنٹ نے اس حادثہ کی اطلاع لاہور میں دی ان کی میتیں لاہور لائی گئیں دونوں کی میتیں جب لاہور پہنچیں تو ان کے گھروں میں کہرام مچ گیا کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو دونوں کی المناک موت پر اشکبار نہ تھی نماز جنازہ کل صبح دس بجے گارڈن ٹاؤن کے قبرستان نزد مڑیاں ایس شاپ میں ادا کی جائے گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے داماد اور بھانجے کو سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا

میاں طفیل محمد بھی شریک ہوئے

لاہور ۲۸ ستمبر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے داماد مسٹر محمد حمید احمد اور بھانجے عبد اللہ طاہر کو آج سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں نیو گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا نماز جنازہ ڈاکٹر اسرار احمد نے پڑھائی جنازہ میں بھی امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نائب امیر جماعت چودھری رحمت الٰہی قومی ڈائجسٹ کے مدیر مجیب الرحمان شامی اردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف حسین قریشی ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی وفاق کے ایڈیٹر مصطفٰی صادق اقبال اکیڈمی کے ڈائریکٹر پروفیسر منور مرزا آنکھوں کے ممتاز معالج ڈاکٹر محمد یقین پروفیسر سی اے قادر اور دوسرے حضرات نے شرکت کی مسٹر محمد حمید احمد مرحوم ڈاکٹر اسرار احمد کے چھوٹے بھائی اور اظہار لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر اقتدار احمد کے بیٹے اور عبد اللہ طاہر مسٹر اقتدار احمد کے داماد تھے دونوں کل صادق آباد جاتے ہوئے دنیاپور کے قریب ٹریفک کے المناک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تھے دونوں کی میتیں آج علی الصبح لاہور لائی گئیں جنازہ قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن سے اٹھایا گیا

جملہ قارئین 'میثاق' سے بالعموم اور تنظیم اسلامی کے رفقاء سے بالخصوص درخواست ہے کہ صمیم قلب سے مرحومین کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دُعا کریں (ادارہ)

اجتماع کراچی کے ضمن میں رابطہ

حسب ذیل پتوں پر کیا جاسکتا ہے:

۱ - دفتر تنظیم اسلامی کراچی	فون: ۲۱۶۵۸۶
۲ - امیر تنظیم اسلامی کراچی سید سراج الحق صاحب	فون: ۶۱۳۶۶۴ / ۶۱۶۹۸۰
۳ - نائب امیر، مختار حسین فاروقی	″ ۳۱۲۵۳۸
۴ - قیم تنظیم واحد علی رضوی	″ ۵۳۵۸۰۱
۵ - ناظم بیت المال سید شاہد علی	″ ۶۸۱۲۹۴
۶ - ناظم مکتبہ، عبدالواحد عاصم شائنگ ٹریڈرز آرام باغ	″ ۲۱۴۷۰۹ / ۲۱۹۵۷۱

ڈاکٹر اسرار احمد
کی تالیف
استحکام پاکستان

پاکستان کیوں بنا ــــ کیسے بنا
پاکستان کیوں ٹوٹا ــــ کیسے ٹوٹا
اب ٹوٹا تو ـــــــ
پاکستان کی تاریخ کا حقیقت پسندانہ تجزیہ
اندھیروں میں اُمید کی ایک کرن
لفظ لفظ میں ــــ وطن کی محبت
سطر سطر میں ــــ ایمان کی چاشنی
عمل کا پیغام ـــــــ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن فون: ۸۵۲۶۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہ

ایک اور اعزاز

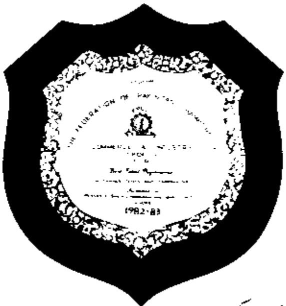

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گزشتہ سالوں کی طرح ۱۹۸۲-۸۳ء کے دوران
بھی ہماری بہترین برآمدی کارکردگی اور وطن عزیز کے لیے کثیر زرمبادلہ کمانے پر فیڈریشن آف
پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی جانب سے ہم ایک بار پھر

بہترین برآمدی کارکردگی کی ٹرافی

کے مستحق قرار پائے

یہ ٹرافی جناب **جنرل محمّد ضیاء الحق** صاحب صدر پاکستان نے ایک پروقار تقریب میں اپنے ہاتھوں سے ہمیں عطا فرمائی۔

ہمیں خیمے۔ ترپالیں اور کینوس کی دیگر مصنوعات کے سب
سے بڑے برآمدکنندگان ہونے کا بجاطور پر شرف حاصل ہے۔

SNDS

حاجی شیخ نورالدّین اینڈ سنز لمیٹڈ

پاکستان میں کینوس مصنوعات کے سب سے بڑے برآمدکنندگان

ہیڈآفس: حفیظ چیمبرز ۸۵۔ شاہراہ قائد اعظم، لاہور (پاکستان)
فون: ۳۰۶۴۶۸ - ۳۰۵۴۶۹، تار: شاہی خیمہ ٹیلکس: 44543 NOOR PK
ایکسپورٹ آفس: ۶۱۶-۶۱۴ کامرس سینٹر، چھٹی منزل، حسرت موہانی روڈ۔ کراچی (پاکستان)
فون: ۲۱۳۵۴۰ - ۲۱۴۳۶۷، تار: 'TARPAULIN' ٹیلکس: 25480 NOOR PK

Regd. L. No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 35	OCTOBER 1986	No. 10

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

5-C, 5th FLOOR, SIDCO EVENUE CENTRE
264-R. A. LINES, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.
TELEFHONE : 870512 880731